تعلیم تقریر

(جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری بحق شاندار بک ڈپو محفوظ ہیں)

ثانی
۵۸۸
۴۶۷۹ع
۵۸۸
ثانی

تعلیم تقریر

از

علّامہ ابوالبیان آزاد

اڈیٹر رسالہ تیغ دہلی

جسے
بعد اخذ حقوق اشاعت دائمی شیخ رضی الدّین قریشی نے
ادریس المطابع دہلی میں چھپوا کر
دفتر شاندار بُک ڈپو جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

پہلی بار

قیمت دس آنہ

تمہاری کیا خصلت ہے؟

عورتوں کو تو مرد بُرا کہتے ہی ہیں لیکن اگر آپ اپنی خصلت اور عادات واطوار یا عبرتناک عیاریوں کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو کتاب

مرد کی خصلت پڑھئے

جس میں حضرت علامہ ابوالبیان آزاد ایڈیٹر رسالہ تیغ دہلی نے ایک عجیب دلسوز اور دردناک پیرایہ میں دکھایا ہے کہ کسطرح ایک مرد اپنی وفادار بیوی پر ظلم کرتا ہے اور وہ پیکر وفا آخری سانس تک اسی کا دم بھرتی ہے حتیٰ کہ موت بھی مرد کے قدموں پر آجاتی ہے لیکن افسوس سنگدل شوہر کو مطلق ترس نہ آیا علاوہ ازیں مردوں کی قسمیں اور انکی نئی نئی عادات وخصائل درج کیگئی ہیں جنکو پڑھکر آپ حیرت میں رہجائینگے کتابیں تو آپکی نظر سے بہت گذری ہونگی لیکن اس طرز کی کتاب آجتک نہ دیکھی ہوگی حقیقت میں حضرت علامہ نے اس کتاب کو اپنی تصنیف "عورت کی فطرت" کے جواب میں لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ بیحد دلچسپ اور نئی کتاب ہے۔ ناظرین کرام ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ کاغذ نہایت چکنا چھپائی دیدہ زیب اور اس پر خوبی یہ کہ قیمت صرف چھ آنے (۶) علاوہ محصولڈاک۔

نشتر کدہ بالتصویر

نیچرل شاعری یعنی قدرتی مناظر پر جو دلکش اور سبق آموز نظمیں ملک کے مشہور شعراء نے لکھی ہیں حضرت علامہ ابوالبیان آزاد مدیر رسالہ تیغ دہلی نے اسکو بدقت تمام مرتب کرکے ایک نہایت خوبصورت کتاب کی شکل میں تیار کرادیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے موسم بہار کے قدرتی مناظر اور دیگر قدرتی واقعات تمام آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ زبان اسقدر پاکیزہ اور سوز وگداز سے لبریز ہے کہ پڑھنے والے کے بدن میں سنسنی جوش ولولہ پیدا ہوجاتا ہے۔ شائقین کرام اور زندہ دل حضرات اس کو ایک مرتبہ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت صرف چار آنے (۴) علاوہ محصولڈاک

منیجر شاندار بک ڈپو جامع مسجد دہلی

(جملہ حقوق بذریعہ رجسٹری بحق شاندار بکڈپو محفوظ ہیں)

تعلیم تقریر

از

حضرت علّامہ ابوالبیان آزاد
ایڈیٹر رسالہ تیغ دہلی

جسکو

شیخ رضی الدین قریشی نے ادریس المطابع دہلی میں
چھپوا کر
دفتر شاندار بُک ڈپو جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

پہلی بار
قیمت دس آنے

ہر قسم کی علمی و مذہبی
اخلاقی کتابیں ملنے کا پتہ
کتب خانہ رشیدیہ دہلی

فہرست مضامین کتاب تعلیم تقریر

۱	تمہید	۱۷	یونان اور رومہ کے قدیم مقررین
۲	سلیقہ تقریر کی اہمیت	۰	کی تقریریں
۳	مشرق و مغرب کے ارباب رائے	۱۸	مقصد کے لحاظ سے تقریر کی قسمیں
۰	کے خیالات۔	۱۹	پارلیمنٹری تقریریں
۴	اہل عرب کے خیالات	۲۰	پبلک تقریریں
۵	شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے خیالات	۲۱	انتخابی تقریریں
۶	رومی خطیب سیرو کے خیالات	۲۲	مذہبی تقریریں
۷	لاطینی دنیا کے خطیب کوئن ٹیلین	۲۳	اصلاحی تقریریں
"	کی رائے	۲۴	تبلیغی تقریریں
۸	لارڈ چیسٹر فیلڈ کی رائے	۲۵	سوشیل تقریریں
۹	دنیا کی وہ ہستیاں جنہیں سلیقہ تحریر	۲۶	مقرروں کی قانونی اور اخلاقی
"	نے عروج پر پہنچایا	"	ذمہ داریاں
۱۰	مسٹر ریمزے میکڈونلڈ	۲۷	ایک غلط خیال کی تردید
۱۱	برطانوی وزیر مسٹر اینتھونی ایڈن	۲۸	یونانی مقرر ڈیماستھنیس کی ابتداء
۱۲	ہر ہٹلر ڈکٹیٹر جرمنی	۲۹	رومہ کے زندہ جاوید خطیب سیرو
۱۳	برطانوی مدبر ڈسرائیلی	،	کے حالات
۱۴	تقریر کی تعریف و تشریح	۳۰	دوسری مثالیں
۱۵	تقریر کی قسمیں	۳۱	شروع کی ناکامیوں سے دل
۱۶	آجکل کی تقریروں کی نوعیت	"	شکستہ نہ ہونا چاہیئے۔

۳۲	مقرر کو کن کن اسلحہ سے مسلح ہونا	۴۶	اپنی زبان کی گرامر کا علم
"	چاہیئے	۴۷	جوش اور خلوص کی ضرورت
۳۳	اہل عرب کے نزدیک ان چیزوں	۴۸	چہرہ کی کیفیات کی اہمیت
"	کی اہمیت	۴۹	حصول فن کے بہترین وسائل
۳۴	آواز کی بلندی اور سریلا پن اہل	۵۰	چار اہم وسائل
"	عرب کی نظر میں	۵۱	اچھے مقرروں کی تقریریں سننا
۳۵	آواز کو بلند اور صاف بنانیکی	۵۲	آواز سے مقرروں کی تقریریں
"	تدبیریں	"	پڑھنا
۳۶	مغربی ماہرین فن کے خیالات	۵۳	ایک جرمن عالم کی رائے
۳۷	سی۔ ہارٹلے کا مشورہ	۵۴	اچھی تقریریں لکھنے کی کوشش
۳۸	آواز کی صفائی کے لئے ناک	"	کرنا
"	کی صفائی	۵۵	تقریر کی مشق
۳۹	سارا کھیل دم کا ہے	۵۶	برطانوی اخبار "پال مال گزٹ"
۴۰	تقریر کے وقت عصا کا استعمال	"	کی رائے
۴۱	مقرر کے ذہنی و دماغی اسلحہ	۵۷	ذاتی تجربوں سے فائدہ اٹھاؤ
۴۲	اپنے ملک کے حالات کا علم	۵۸	تقریر کی تیاری
۴۳	ملکی و ملی زعماء کے خیالات و	۵۹	ایک غلط نظریہ
"	معتقدات کا علم	۶۰	دنیا کے ارباب فن کا طریقہ کار
۴۴	اپنے مخصوص میدان کا سیر حاصل	۶۱	ارباب فن ہمیں کیا مشورہ دیتے
"	علم	"	ہیں
۴۵	زبان کا علم	۶۲	لارڈ بروہم کا مشورہ

۶۳	کوئن ٹیلین کا مشورہ	۶۹	تقریروں کے چند نمونے
۶۴	باٹین کا مشورہ	"	(سر سید احمد خاں مرحوم جنرل
۶۵	ڈاکٹر ہلبیر کا مشورہ	"	بوناپارٹ پارٹ ترکی وزیر خارجہ
۶۶	پروفیسر ارنلے کا مشورہ	"	توفیق
۶۷	تقریر کا خاکہ تیار کرنیکے اصول	"	مولانا ابوالکلام آزاد۔
۶۸	تقریروں کی طوالت یا اختصار	"	(مؤلف)
"	کا مسئلہ		

۷۸۶

۷۸۶

میری انتہائے نگارش یہی ہے + تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

شاہ

تمہید

سلیقۂ تقریر کی اہمیّت

معلّم کی حیثیت سے، وکیل کی حیثیت سے، واعظ کی حیثیت سے، ملکی وملّی رہنما کی حیثیت سے، تاجر یا کنویسر کی حیثیت سے ——— ان تمام حیثیتوں سے آدمی کو سلیقۂ تقریر کی جو ضرورت پیش آتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور سب جانتے ہیں کہ اگر ایک مُعلّم کو تقریر کا ملکہ حاصل نہیں تو وہ اپنے پیشہ میں پوری کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اگر ایک وکیل سلیقۂ تقریر سے بے بہرہ ہے تو اپنے موکل کی پیروی جیسی کہ چاہیئے ہرگز نہیں کرسکتا، اور اگر ایک واعظ تقریر کے اصولوں کا استعمال نہیں جانتا۔ تو اس کا وعظ سامعین پر گہرا اثر پیدا نہیں کرسکتا اور اگر ایک ملکی وملّی رہنما اچھا مقرر نہیں ہے۔ تو وہ عوام کو اپنا ہم خیال اور ہم رائے نہیں بنا سکتا اور اگر ایک تاجر یا کنویسر تقریر کے گروں سے واقف نہیں تو اس کا

کامیاب ہونا دشوار ہے۔ یہ سب تو وہ باتیں ہیں جن کو لوگ روزمرہ کے مشاہدہ کی بنا پر جانتے ہیں، لیکن ہم سلیقۂ تقریر کی اہمیت کو کماحقہٗ واضح کرنیکے لئے یاد دلانا چاہتے ہیں کہ پیشہ اور کاروبار کی ضرورتیں ہی نہیں ہیں، جو انسان کو سلیقۂ تقریر حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ بلکہ اگر شائقین معاشرتی زندگی میں کوئی امتیاز حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ برادری یا سوسائٹی میں ان کو اثر و اقتدار حاصل ہو تو انہیں سمجھنا چاہیئے کہ جو شخص جس قدر زیادہ اچھا مقرر ہوگا اسی قدر زیادہ دوسروں کے مقابلہ میں امتیاز حاصل کرے گا۔ اس کی وجہ بالکل کھلی ہوئی ہے کہ انسان کی ذات معاشرتی حیثیت رکھتی ہے۔ جہاں چار آدمی ملکر بیٹھتے ہیں۔ آپس میں گفتگو اور تبادلۂ خیالات کرتے ہیں اور اس سلسلے میں جو شخص دوسروں کو متاثر کرسکتا ہے۔ وہی ان میں اختیار حاصل کرتا ہے اور یوں کہنا چاہیئے کہ نہ فقط ان کو اپنا ہم خیال اور اپنا ہم رائے بنا لیتا ہے۔ بلکہ ان کا ترجمان اور ان کا قاید (لیڈر) بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے بڑے لیڈر عام طور پر وہی لوگ ہوئے ہیں جو اپنی برادری اور اپنی سوسائٹی میں مقرر کی حیثیت سے ممتاز تھے اور عام طور پر وہی لوگ بڑے بڑے فاتح گزرے ہیں، جو چند پُر اثر جملوں سے اپنے ساتھیوں کے دلوں کو گرما دیا کرتے تھے۔ اور جان کو خطرہ میں ڈال کر خون کے دریاؤں میں پھاند پڑنے اور دشمنوں کی صفیں چیر کر آگے بڑھنے پر آمادہ کر دیا کرتے تھے۔ یہی حال آج بھی ہے کہ عام طور پر وہی لوگ ملکوں اور قوموں کی قیادت کر رہے ہیں۔ جو اچھے اور مؤثر مقرر ہیں۔ چنانچہ سارجنٹ کو کس نے کہا ہے کہ ؎

"مقررین نے ہر ملک اور ہر زمانہ میں امتیاز حاصل کیا ہے"۔ اگر سلیقۂ تقریر کی اہمیت پر اسی نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سلیقہ تقریر درحقیقت "لیڈری" کی پہلی منزل، اور قیادت کی تمہید بلکہ اس کی کنجی ہے۔

علاوہ ازیں اب ہمارا ملک سیاسی ترقیات کے مدارج طے کر رہا ہے اور ہمیں رفتہ رفتہ حکومت خود اختیاری حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے مواقع پر وہی لوگ سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا کرتے ہیں اور اپنی قوم اور اپنی برادری کو فائدہ پہنچایا کرتے ہیں جو فن تقریر میں کمال رکھتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے باکمال مقرر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا ہم خیال اور اپنا پیرو بنا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جس کے ہم خیال اور پیرو زیادہ ہیں، وہی برسر اقتدار آئے گا اور حکومت خود اختیاری سے خود بھی فائدہ اٹھائے گا اور اپنی برادری کو بھی فائدہ پہنچائیگا اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر اہل ہند حکومت خود اختیاری کے اصولوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے اور اپنے ملک اور اپنی قوم کو پورا پورا فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں تو ان کی نئی نسلوں کو فن تقریر میں کمال حاصل کرنا۔ ایک ملکی و ملی فرض سمجھنا چاہیئے۔

اسی فن میں ایک اور چیز بھی نظر کے سامنے رکھنے کے قابل ہے۔ جو یہ ہے کہ بعض اوقات اہم ترین معاشری و مذہبی حقوق کو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس وقت وہ لوگ بھی زبان کھولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جنکو کبھی اس کا گمان ہی نہ تھا کہ ہمیں اپنی زندگی میں منظر عام پر تقریر کرنی پڑے گی۔ ایسی صورتوں کے متعلق کوئی پیش بینی نہیں کی جا سکتی اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کبھی عام مجمع کو مخاطب کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ اس لئے تقریر کے اصول میرے لئے بیکار ہیں۔" لہذا اگر کوئی شخص برادری میں ممتاز بننے کا جذبہ بھی رکھتا ہے اور اگر اس کے دل میں یہ خواہش بھی موجود نہ ہو کہ میں اپنی قوم کا قائد بنوں اور اگر وہ حکومت خود اختیاری کے اصولوں سے فائدہ اٹھانے یا ملک و ملت کو فائدہ پہونچانے کے خیال سے بھی کوسوں دور ہو۔ تب بھی اس کو صرف اسلئے

سلیقہ تقریر حاصل کرنا چاہیئے کہ میرے اور میری ملت کے اہم ترین معاشری و مذہبی حقوق کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور میں ان حقوق کی حفاظت کی خاطر منظر عام پر زبان کھولنے پر مجبور ہو سکتا ہوں۔ اس سلسلے میں ہم مسجد شہید گنج لاہور کے ایجی ٹیشن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ اس ایجی ٹیشن نے ایسے بہت سے لوگوں کو منظر عام پر آنے اور تقریریں کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ جو انہیں میں سے تھے جن کا گمان یہ تھا کہ ہمیں عمر بھر کبھی کسی عام مجمع کو مخاطب کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ لیکن جب خانہ خدا کی حفاظت کا تقاضہ ہوا تو یوں کہنا چاہیئے کہ بہرے سننے لگے اور گونگے بولنے لگے۔

پھر یہ حقیقت بھی تو ہر عقل سلیم رکھنے والے انسان کے لئے کافی اہمیت رکھتی ہے کہ جاندار کی حیثیت کے علاوہ اور بہت سی حیثیتیں ہیں۔ جن کے ماتحت انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا فرق ہے جس کی بنا پر انسان اور حیوان کے درمیان کوئی امتیاز قایم کیا جا سکتا ہے، تو یقیناً وہ فرق یہی ہے کہ حیوان زیور تقریر سے عاری مگر انسان سلیقہ تقریر سے آراستہ ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ انسان کو اپنی انسانیت اور اپنے انسانی شرف کا ثبوت دینے کے لئے سلیقہ تقریر حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔

فن تقریر کی اہمیت کو واضح کرنے کے سلسلے میں اب ایک اہم پہلو اور باقی رہ گیا ہے جس کا پیش کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ پہلو یہ ہے کہ فن تقریر دیگر امتیازات کے علاوہ ایک یہ امتیاز بھی رکھتا ہے کہ وہ بہت اچھا سامان تفریح ہے۔ پھر یہ سامان تفریح خود اپنی فرحت کا ذریعہ بھی ہے اور دوسروں کو بھی فرحت پہنچاتا ہے۔ کہ جس صحبت میں کوئی خوش کلام شخص موجود ہوگا

سب کے دل باغ باغ ہو جائیں گے۔ کیونکہ فن تقریر کو اس فن سے بہت ہی قریبی تعلق ہے جس کو علم مجلسی کہتے ہیں ٭

مشرق و مغرب کے ارباب رائے کے خیالات

بے محل نہ ہوگا۔ اگر اس موقع پر فن تقریر کی اہمیت کے متعلق دنیا کے چند ارباب رائے کے خیالات پیش کر دئے جائیں۔

اہل عرب کے خیالات

اس باب میں اہل عرب کے خیالات کے متعلق تو صرف اس قدر بتا دینا کافی ہوگا کہ وہ زبان آوری کو انسانیت کا ایک ایسا امتیازی زیور خیال کرتے تھے اور خود اپنے کمال فن پر اس قدر نازاں تھے کہ باقی تمام دنیا ان کے نزدیک گونگوں کی بستی تھی۔ ان کے اس خیال سے بس ایک ہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ گویا جس شخص کو سلیقہ تقریر حاصل نہیں۔ وہ گونگا ہے ٭

شیخ سعدی کے خیالات

اب ایشیا کے ایک بڑے حکیم شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال بھی معلوم کر لیجئے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ :

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

اس سے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک کوئی شخص بات نہیں کرتا

اس وقت تک اس کے عیب و ہنر پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ اسی کے ساتھ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر میں یہ نکتہ بھی تو تلاش کیا جا سکتا ہے کہ انسان کو امتیاز حاصل کرنے یا اپنے کو ممتاز بنانے کے لئے بات کرنی آنی چاہیئے اور بلاشبہ یہی وہ چیز ہے۔ جس کو فن تقریر کہتے ہیں۔

رومی خطیب سیرو کے خیالات

اس کے بعد ذرا سیرو کے خیالات بھی سن لیجئے۔ مگر اس کے خیالات سننے سے پہلے خود سیرو کی شخصیت کے متعلق واضح کر دینا چاہیئے کہ یہ وہ باکمال رومی خطیب تھا جس کا کمال آج تک دنیا میں مشہور ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

"گفتگو میں خطابت کے اصولوں کا استعمال از حد حسن و زیبائش کا سبب ہونے کے علاوہ مفید بھی ہوتا ہے۔ چاہے وہ گفتگو پرائیویٹ زندگی ہی کی گفتگو کیوں نہ ہو۔"

لاطینی دنیا کے خطیب کوئنٹلین کی رائے

یہ ہے کہ:

"میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک تقریر جو از حد بے التفاتی و بے توجہی سے کی گئی ہو اگر اس تقریر میں مقرر نے خطابت کے اصولوں سے کام لیا ہے تو اس تقریر کا اثر کسی دوسری ایسی تقریر کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوگا۔ جس میں خطابت کے اصولوں سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ چاہے دیگر اعتبارات سے دوسری تقریر، بہترین تقریر ہی کیوں نہ ہو۔"

اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایک شخص نے اپنی تقریر کے مغز کے اعتبار سے

تو یونہی چلتی ہوئی تقریر کی۔ مگر اپنی تقریر میں فن تقریر کے اصولوں سے کام لیا۔ لیکن ایک دوسرا شخص ہے۔ جس نے نہایت پر مغز تقریر کی۔ مگر فن تقریر کے اصولوں سے کام نہ لیا۔ ان دونوں تقریروں کے اثر کے متعلق کوئن ٹیلین یہ کہتا ہے کہ پہلی تقریر کا اثر سامعین پر زیادہ ہوگا۔ حالانکہ مغز کے لحاظ سے دوسری تقریر مؤثر ہونی چاہیئے تھی۔

لاطینی دنیا کے اس باکمال خطیب کی رائے کو اگر وہ وقعت دیجائے جس وقعت کی مستحق اس کی رائے ہونی چاہیئے۔ تو ماننا پڑے گا کہ جس قدر محنت دیگر علوم حاصل کرنے پر صرف کی جاتی ہے۔ اس سے کم محنت سلیقہ تقریر حاصل کرنے پر نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ اس اعتبار سے تو سلیقۂ تقریر حاصل کرنے پر زیادہ محنت صرف ہونی چاہیئے کہ اثر کے لحاظ سے تقریر کی جان یہی سلیقہ تقریر ہوتا ہے۔

لارڈ چسٹر فیلڈ کا بیان

ہے کہ۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ایک شخص کی پہلی ہی تقریر نے اسکی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ لہذا میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر تم فکر صحیح کے مالک ہو تو اچھی تقریر کرنے کو اپنا شغل اپنا وسیلہ مطالعہ۔ اپنا ذریعہ تفریح بناؤ۔"

واضح رہے کہ لارڈ چسٹر فیلڈ نے یہ مشورہ ہمارے تمہارے سامنے پیش نہیں کیا تھا۔ بلکہ ایک خط میں اپنے صاحبزادہ کے سامنے پیش کیا تھا۔ جس سے ہمکو بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

دُنیا کی ہستیاں جنہیں سلیقہ تقریر نے عروج پر پہنچایا

اس سے قبل ہم کسی جگہ کہہ چکے ہیں کہ سلیقہ تقریر درحقیقت عروج کی کنجی ہے یہاں ہم اجمال کیساتھ چند مثالیں پیش کرنی چاہتے ہیں۔

مسٹر ریمزے میکڈونلڈ

کا نام تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ کیونکہ وہ ایسے زمانہ میں برطانیہ کے وزیر اعظم رہے۔ جب ہندوستان کی سیاسی ترقی کا مسئلہ برطانیہ اور ہندوستان کے مابین برسوں معرض بحث وگفتگو رہا۔ اور اس سلسلہ میں ہزاروں لاکھوں بار مسٹر ریمزے میکڈونلڈ کا نام مختلف تقریروں سے اہل ہند کے کان میں پڑا۔ ان کے متعلق ہمارے قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آج سے سالہا سال پیشتر تلاش معاش نے جب ان کو لندن پہنچایا تھا اسی وقت انکی مزدوری کی آمدنی اس قدر قلیل تھی کہ چاء کی جگہ گرم پانی پیکر طبیعت کو تسکین دیا کرتے تھے۔ پھر اگر علمی لیاقت اور قابلیت کا سوال اٹھایا جائے تو بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ جس زمانہ میں ان کو عروج حاصل ہوا ان دنوں برطانیہ کے اندر ایسے بے شمار لوگ موجود تھے۔ جن کے تبحر علمی کے مقابلہ میں مسٹر ریمزے میکڈونلڈ کا علم وفضل بس وہی نسبت رکھتا تھا۔ جو ایک قطرہ کی ایک دریا کے سامنے ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کو عروج ہوا۔ یہاں تک کہ وہ برطانیہ کے وزیر اعظم بنے اور دنیا بھر میں مشہور ہوئے۔ اب اگر ان کے اس عروج کے اسباب کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان اسباب میں

مسٹر رامزے میکڈونلڈ کا موثر سلیقہ تقریر بھی بڑی حد تک کارفرما ہے۔

برطانوی وزیر مسٹر انتھونی ایڈن

یہ وہ برطانوی وزیر ہیں جو مجلس اقوام سے تعلق رکھنے والے تمام امور کے انچارج ہیں ان کے عہدہ کی اہمیت کا اندازہ اس چیز سے لگایا جا سکتا ہے کہ برطانیہ کی خارجی حکمت عملی کی بنیاد۔ مجلس اقوام کا قانون اور اس کا اجتماعی نظام استحکام ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ مسٹر ایڈن کوئی معمر مدبر نہیں ہیں بلکہ ایک نوجوان آدمی ہیں۔ مگر ان کو جو مرتبہ بلند حاصل ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ متوازن تقریریں کرنے میں کمال رکھتے ہیں۔

ہر ہٹلر ڈکٹیٹر جرمنی

دنیا کی ان شخصیتوں میں سے ہیں۔ جن کے نام کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں وہ ایک کارپورل تھے۔ مگر آج اس قوم کے لیڈر ہیں۔ جس نے ایک دنیا کو لرزہ بر اندام کر رکھا ہے۔ چند سال کے اندر ایک معمولی سپاہی کی سطح سے اٹھکر جرمنی قوم کی قیادت و سیادت کے منصب جلیلہ پہ پہونچ جانے کے۔ دیگر اسباب سے ہمیں بحث نہیں۔ مگر اس چیز سے ضرور بحث ہے کہ ہر ہٹلر ایک پر زور مقرر اور خطیب ہیں اور ان کو جو عروج حاصل ہوا ہے۔ اس میں تقریر و خطابت نے ان کی مدد بہت ہی زیادہ کی ہے۔ ✓

برطانوی مدبر ڈسرائیلی

کے نام سے کم سے کم وہ حضرات ضرور واقف ہوں گے جنہوں نے برطانیہ کی تاریخ

پڑھی ہے۔ یہ وہ شخص تھا۔ جس نے شہرہ آفاق برطانوی مدبر گلیڈسٹون کو شکستیں دیں اور جو گلیڈسٹون جیسے وزیراعظم کو پیچھے ہٹا کر برطانیہ کا وزیراعظم بنا۔ ہمارے قارئین کرام کو برطانوی پارلیمنٹ کی تاریخ کا یہ واقعہ عبرت و نصیحت کے نقطۂ نظر سے یاد رکھنا چاہیئے کہ جب پارلیمنٹ میں ڈسرائیلی کی پہلی تقریر ہوئی تھی اس وقت پارلیمنٹ کے اراکین اسکی تقریر پر ہنس رہے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک ڈسرائیلی نے سلیقہ تقریر حاصل نہیں کیا تھا۔ اسی ہنسنے والوں اور استہزا کرنے والوں کو مخاطب کر کے ڈسرائیلی نے ایک پیشین گوئی کی تھی۔ جو حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ اس نے کہا تھا کہ

"وقت آئے گا جب تم میری تقریر سنو گے اور سننے پر مجبور ہو گے"

چنانچہ وہ وقت آیا نہ صرف برطانوی پارلیمنٹ کے اراکین۔ بلکہ کل قوم نے اسکی آواز سنی اور اس کو وزیراعظم بنایا۔ یہ سب کچھ فن تقریر کی کرشمہ سازیاں تھیں۔ ورنہ جس وقت پارلیمنٹ میں اس کی پہلی تقریر پر قہقہے لگ رہے تھے اس وقت کا ڈسرائیلی کسی لحاظ سے اس ڈسرائیلی سے مختلف نہ تھا۔ جس نے آگے چل کر گلیڈسٹون کو وزارت عظمےٰ سے نکال باہر کیا اور خود وزارت عظمےٰ پر قابض ہوا۔ اور اگر دونوں ڈسرائیلیوں میں کوئی فرق تھا تو وہ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے وہ سلیقہ تقریر سے عاری اور اب فن تقریر کا ماہر تھا۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری

اب ہم خود اپنے ملک کی ایک مثال پیش کرتے ہیں اس مثال کے لیے ہم نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام انتخاب کیا ہے۔ کیونکہ سید صاحب اپنے سلیقہ تقریر و خطابت ہی کے سبب اسلامی ہندوستان میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ انکے متعلق یہ کہنے کی تو چنداں ضرورت نہیں مقرر اور خطیب بہت اچھے ہیں۔ مگر اتنی بات

کہنی پڑتی ہے کہ ہندوستان میں آج بھی ایسے ایسے علماء موجود ہیں جن کے مقابلہ میں سیّد صاحب کی حیثیت ایک ابجد خوان سے زیادہ نہیں۔ لیکن عوام پر ان علماء کو اس قدر اثر حاصل نہیں جتنا کہ سیّد صاحب کو حاصل ہے۔ جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سیّد صاحب اچھے مقرر اور خطیب ہیں۔ اور ان کے سلیقہ تقریر و خطابت ہی نے ان کو ایک اچھا خاصا با اثر لیڈر بنا دیا ہے۔

تقریر کی تعریف و تشریح

اس مرحلہ پر پہنچکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کی تعریف بھی کر دی جائے۔ اور یہ بھی بتا دیا جائے کہ معمولی بول چال اور تقریر میں کیا فرق ہے۔

اس باب میں کہنے کو تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسی چھوٹے یا بڑے مجمع کے سامنے باتیں کرنے کو تقریر کرنا کہتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ باتیں کرنے اور تقریر کرنے میں بڑا فرق ہے۔ وہ بڑا فرق یہ ہے کہ باتیں کرنے کے لئے تو انسان ہر وقت تیار رہتا ہے اور اس کو تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن تقریر کرنے کے لئے وہ ہر وقت تیار نہیں رہتا اور تیار رہ بھی نہیں سکتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بات چیت میں تو انسان صرف اپنے مخاطب کی طبیعت و ذہنیت اور جذبات و خیالات پر نظر رکھتا ہے اور ان کو پیش نظر رکھکر اپنے مخاطب کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن تقریر کے وقت اسے کسی چھوٹے یا بڑے مجمع کی طبیعت و ذہنیت اور جذبات و خیالات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے اور اس لئے اسے اپنے مخاطب مجمع کو ہم خیال بنانے کی تیاری کرنی ہوتی ہے۔ اسی لئے علماء تقریر و خطابت نے کہا ہے کہ مسلسل گفتگو کی زیادہ شاندار اور مکمل اور مرتب صورت کا نام تقریر ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیئے

تقریر کے وقت خاص لب ولہجہ اور اظہار منشا کے لئے مخصوص انداز بیان اور زیادہ صاف اور منجھے ہوئے الفاظ و محاورات سے کام لیا جاتا ہے اور ان چیزوں کے علاوہ اس چیز کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے کہ جو کچھ کہنا ہے ایک خاص ترتیب سے کہا جائے۔ لیکن عام گفتگو میں ان باتوں کا اس قدر لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

تقریر کی قسمیں

یوں تو تقریر کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ ایک قسم کو تو extemporaneous speech کہتے ہیں اور دوسری قسم کی تقریروں کو Studied speeches کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

Extemporaneous speech سے وہ تقریر مراد ہے جو طبیعت کے وقتی جوش کی بنا پر بغیر کسی پیشگی تیاری کے کی گئی ہو۔ اور Studied speech. اس تقریر کو کہتے ہیں جو پہلے سے لکھکر تیار کر لی جائے اور وقت پر سنا دی جائے۔

یونان اور رومہ کے قدیم مقررین کی تقریریں

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یونان اور رومہ کے قدیم مقررین کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنی تقریریں پہلے سے مرتب کر کے ازبر کر لیا کرتے تھے اور تقریر کے وقت خطابت کے اصولوں کے ماتحت اس کو سنا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ رومہ کے زندہ جاوید مقرر اور خطیب سیرو کی بعض تقریریں جن کو سیرو کے کمال فن کا نمونہ قرار دیا جاتا ہے اور جنکی بنا پر دینا تقریباً دو ہزار سال سے اس کو خراج تحسین ادا کرتی رہی ہے۔ سیرو کی وہ تقریریں ہیں۔ جو اس نے لکھ تو لی تھیں۔ لیکن جو کبھی سنائی نہیں گئیں۔ پھر یونان

کے لازوال مقرر ڈیموستھنس سے جب سوال کیا گیا کہ فصیح البیانی کا پہلا اصول کیا ہے تو اس نے جواب دیا: "خطیبانہ طرز بیان"۔ علاوہ ازیں سیسرو اور کوئن ٹلین دونوں نے بھی اپنے اپنے رسالوں میں سب سے زیادہ زور اسی چیز یعنی خطیبانہ طرز بیان" پر دیا ہے مختصر یہ ہے کہ یونان اور روما کے قدیم مقرر اور خطیب اپنی تقریریں پہلے سے لکھ لیا کرتے تھے اور لکھکر ان کو یاد کر لیا کرتے تھے اور وقت" پر خطیبانہ طرز بیان" کے ساتھ ان کو سنا دیا کرتے تھے اور اسی "خطیبانہ طرز بیان" میں ان کے کمال کا سارا راز مضمر تھا۔

آجکل کی تقریروں کی نوعیتیں

لیکن آج کل کی تقریروں کی نوعیتیں قدرے مختلف ہیں اور اسی لئے آج کل کی تقریروں کی قسمیں بھی جدا ہیں۔ یعنی ہم کہ آج کل کی وہ تقریریں جنکو پہلے st. died Speeches کہا جاتا تھا extemporaneons speeches کہلاتی ہیں کیونکہ وہ studied speeches کی طرح پہلے سے لکھکر ذہن نشین کر لیجاتی ہیں اور اس انداز سے سنا دیجاتی ہیں گویا کہ وقتی جوش اور قلبی ولولہ کی بنا پر فی البدیہ کی جاری ہیں۔ رہیں آج کل کی studied speeches ان کو written Speeches بھی کہتے ہیں۔ وہ آج کل بالکل سیدھے سادھے طریق پر پڑھکر سنا دی جاتی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ بعض مقررین ان کو پڑھکر خطیبانہ انداز بیان اختیار کر لیتے ہیں اور ان لکھی ہوئی تقریروں کے جسم بے روح میں کچھ جان پڑ جاتی ہے۔

لیکن وہ تقریریں، جو واقعتہً کسی تیاری کے بغیر محض وقتی ضرورت اور فوری امنگ کی بنا پر کی جاتی ہیں۔ ان کو آج کل Impromptu speech کہتے ہیں۔

زیادہ سیدھے سادھے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ آج کل تقریر کو تین قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے جو یہ ہیں:-

(۱) وہ تقریریں جو لکھکر سنادی جائے۔ Studied or written speech.

(۲) وہ تقریریں جو لکھکر یاد کرلی جائیں اور اس انداز میں سنائی جائیں گویا وقتی جوش کی بنا پر دلی امنگ سے کی جارہی ہیں۔

extemporaneous speeches.

(۳) وہ تقریریں جو واقعۃً کسی پیشگی تیاری کے بغیر فوری امنگ یا ضرورت سے کی جائیں

Impromptu speeches.

مقصد کے لحاظ سے تقریر کی قسمیں

اسی طرح مقصد کے لحاظ سے تقریر کی کئی قسمیں قائم کی جاسکتی ہیں۔ مگر بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان کی دو بڑی قسمیں بیان کردی جائیں۔ یعنی سیاسی اور غیر سیاسی سیاسی تقریروں کی قسمیں قائم کرنی ہوں گی۔ مثلاً پارلیمنٹری تقریریں۔ پبلک تقریریں۔ انتخابی تقریریں۔

پارلیمنٹری تقریریں۔ وہ ہوتی ہیں جس کے سلسلے میں پارلیمنٹری آداب اور ضابطوں کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ ان پارلیمنٹری تقریروں کی امتیازی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جو بات کہنی ہو ایسے انداز اور ایسے الفاظ میں کہی جائے کہ منشا کی طرف صاف اشارہ بھی ہوجائے۔ مگر الفاظ میں کسی قسم کی شدت یا ایسی گرمی موجود نہ ہو کہ سننے والے بدمزگی محسوس کریں۔ زیادہ سیدھے سادے لفظوں میں پارلیمنٹری تقریروں کی تعریف ان مختصر الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ جن تقریروں میں پارلیمنٹری آداب اور ضابطے ملحوظ رکھے گئے ہوں اور جن میں منشا و مفہوم عُریانی کے ساتھ پیش نہ کیا گیا ہو۔ پارلیمنٹری تقریریں ہوں گی۔

پبلک تقریریں

ان کی تعریف کی چنداں ضرورت نہیں کہ عنوان ہی سے ان کی کافی تشریح ہو جاتی ہے مگر اتنی بات پھر بھی بتا دینی چاہیئے کہ پبلک تقریروں میں منشار مفہوم زیادہ صاف اور واضح لفظوں میں ادا کرنا ہوتا ہے، کیونکہ سامعین میں ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ موجود ہوتے ہیں. جو معمون کو حل کرنے اور سیاسی بھارتوں کو بوجھنے کی استعداد نہیں رکھتے۔

انتخابی تقریریں

ان تقریروں کو کہتے ہیں. جو رائے دہندگان کو ہموار کرنے اور اپنے پارلیمنٹری مقاصد اور پروگرام کو واضح کرنے اور ان مقاصد اور پروگرام کے منافع بیان کرنے کے لئے کی جائیں۔

اب اگر غیر سیاسی تقریروں کی قسموں پر غور کیا جائے تو وہ بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں. مثلاً مذہبی تقریریں، اصلاحی تقریریں، تبلیغی تقریریں، سوشیل تقریریں۔

مذہبی تقریریں

ان کو سیدھے سادھے لفظوں میں وعظ کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی مذہب کے پیرو اپنے مذہب کے اصولوں کو سمجھنا اور ان پر کاربند ہوں۔

اصلاحی تقریریں

وہ تقریریں ہوتی ہیں. جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ضروریات زمانہ اور مقتضائے وقت کے لحاظ سے اپنی زندگی میں اصلاح کی کوشش کریں۔

تبلیغی تقریریں

اگرچہ ایک اعتبار سے مذہبی تقریریں ہی ہوتی ہیں، لیکن ان کی نوعیت مقصد کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے کہ تبلیغی تقریروں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب کے اصولوں کے منافع سے روشناس کیا جائے اور انکو اپنا ہم مذہب بنانے کی کوشش کی جائے۔

سوشیل تقریریں

وہ ہوتی ہیں کہ جو خیر مقدم یا وداع وغیرہ کی تقریبات کے سلسلے میں کی جاتی ہیں۔

غیر سیاسی تقریروں کی ایک اہم قسم علمی تقریریں بھی ہیں جو خالص علمی مسائل و مباحث سے تعلق رکھتی ہیں اور سراسر علمی و فنی نقطہ نظر سے کی جاتی ہیں۔ یہاں اتنی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اہم علمی تقریریں زیادہ تر لکھی ہوئی ہوتی ہیں اور پڑھکر سنا دیجاتی ہیں۔

مقرروں کی قانونی اور اخلاقی ذمہ داریاں

تقریریں خواہ سیاسی ہوں یا غیر سیاسی، انکے سلسلے میں مقرروں پر اہم قانونی اور اخلاقی ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ لہذا جو لوگ مقرر بننا چاہیں اور تقریر کرنیکے لئے تیار ہوں، ان کو چاہیئے کہ ان قانونی اور اخلاقی ذمہ داریوں کے متعلق پوری پوری واقفیت حاصل کریں۔

پھر جہاں تک قانونی ذمہ داریوں کا تعلق ہے، ان سے متعلق واقفیت حاصل کرنا تو آسان نہیں کہ یا تو مختلف قوانین کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ یا کسی ایسے قانون

داں کا مشورہ حاصل کرنا پڑے گا۔ جو خود بھی مقرر ہو، یعنی اپنے پیشہ کی تقریروں کے علاوہ پبلک پلیٹ فارم پر سیاسی اور غیر سیاسی تقریریں کرتا رہا ہو۔

مگر جہاں تک اخلاقی ذمہ داریوں کا تعلق ہے۔ ان کے جاننے کا ایک ایسا طریقہ بھی ہے جو ہم نے کسی دوسری جگہ بتایا ہے۔ یعنی یہ کہ مقرر کو وہ لفظ یا الفاظ ہرگز زبان سے نہیں نکالنے چاہئیں۔ جو اگر خود اس کے متعلق استعمال کئے جائیں تو اسکا دل دکھے۔ زیادہ واضح اور قطعی لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ:

ہر چہ بر خود نہ پسندی، بدیگراں ہم مپسند

ایک غلط خیال کی تردید

بہت سی ضروری چیزوں کی تشریح و وضاحت کے بعد اب جبکہ ہم اس منزل کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ جہاں سلیقہ تقریر حاصل کرنے کے سلسلے میں ہم اپنے قارئین کے سامنے قطعی اور ضروری مشورے پیش کرنے کی ابتدا کریں گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک غلط خیال کی پرزور تردید کر دیجائے۔ کیونکہ یہی وہ سنگین چٹان ہے۔ جس پر بہت سوں نے ٹھوکر کھا کر سلیقہ تقریر حاصل کرنیکی کوشش کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔

وہ غلط خیال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے اور بہت سوں نے سمجھ رکھا ہے کہ سلیقہ تقریر حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں، بلکہ اس کو صرف وہ لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ جنہیں قدرت نے مقرر بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ غلط اور گمراہ کن نظریہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر ہمارا یہ بیان کوئی ایسا بیان نہیں ہے۔ جس کی تائید میں کوئی سند موجود نہ ہو۔ بلکہ اس کی

سند میں لاطینی زبان کا ایک پرانا مقولہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ جو یہ ہے:ہ

یعنی مقرر بنایا جاتا ہے اور شاعر پیدا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے سامنے دنیا کے ایسے ایسے مشہور مقرروں کی مثالیں موجود ہیں جو ایک زمانہ میں جبکہ وہ مقرر نہیں "بنے" تھے۔ ایسی تقریریں کیا کرتے تھے جن پر لوگ قہقہے لگایا کرتے تھے۔ مگر جب وہ مقرر "بن" چکے یعنی انہوں نے سلیقہ تقریر "حاصل" کر لیا تو ان کی تقریریں نمونہ کی تقریریں قرار پائیں اور وہ مقررین کی صف میں ممتاز حیثیت کے مالک بنے۔ اسی باب میں ہم اپنے قارئین کو ڈسرائیلی کی مثال یاد دلا چکے ہیں۔ جس کا ذکر ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔ پھر ڈسرائیلی کی مثال کوئی تنہا مثال نہیں ہے بلکہ ایسے مقرروں کی مثالیں بھی دنیا کے سامنے موجود ہیں۔ جن سے بڑا مقرر اور خطیب دنیا نے اس وقت تک نہیں دیکھا ہے۔ ان میں سے دو کے نام یہ ہیں:ہ

(۱) ڈیماستھنیس۔ (۲) سیسرو۔

یونانی مقرر ڈیماستھنیس کی ابتدا

ڈیماستھنیس کے سوانح نگاروں نے بتایا ہے کہ شروع شروع میں یہ اس قدر بری تقریریں کیا کرتا تھا کہ اس کے سامعین اس کو للکار کر بھگا دیا کرتے تھے یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ علم و فضل کے اعتبار سے ڈیماستھنیس اس وقت بھی کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ جب سامعین اس کی تقریریں سننی گوارا نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ اس زمانہ کے جید علماء کا شاگرد اور خود بھی بڑا عالم و فاضل شخص تھا مگر چونکہ سلیقہ تقریر سے بے بہرہ تھا اس لئے سامعین کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکتا تھا۔

لیکن اس ناکامی نے اس کو شکستہ دل نہیں کیا۔ بلکہ وہ عزم راسخ اور طلب صادق کے ساتھ اپنی دھن میں لگا رہا، یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس فن کا جس قدر مطالعہ اور مشق کی، کسی دوسرے معروف مقرر نے آجتک نہیں کی ہے۔ اسی کا صلہ تھا کہ وہ دنیا کا سب سے بڑا مقرر اور خطیب تسلیم کیا گیا اور ہزاروں برس گزر گئے۔ مگر کوئی اس کی ہمسری کا دعوے نہیں کرتا۔

رُومہ کے زندہ جاوید خطیب سیسرو کے حالات

تقریباً اسی قسم کے حالات رومہ کے زندہ جاوید مقرر و خطیب سیسرو سے تعلق رکھتے ہیں، اور اس کا ثبوت سیسرو کی مشہور تصنیف "ڈی اُوریٹر" سے ملتا ہے اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس نے بھی شہرت و ناموری حاصل کرنے سے قبل فن تقریر و خطابت پر حد سے زیادہ محنت و کاوش کی تھی۔

دوسری مثالیں۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں پیش کیجا سکتی ہیں چنانچہ ڈین کرد ان انیسویں صدی کا ایک جید خطیب تھا۔ اس نے بھی ابتداً ناکامی کا سامنا کیا تھا۔ لیکن جب فن تقریر پر توجہ کی اور اس کے حاصل کرنیکے میں کافی مشق بہم پہنچائی تو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا خطیب بنگیا۔

شروع کی ناکامیوں سے دل شکستہ نہ ہونا چاہیئے

ان مثالوں سے جو اوپر درج کی گئی ہیں۔ جہاں یہ ثبوت ملتا ہے کہ مقرر "بنانے سے بنتا ہے"۔ "پیدا" نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ ہر شخص ریاضت سے اچھا خاصا مقرر بن سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ ان مثالوں سے یہ بھی سبق حاصل ہوتا ہے کہ شروع کی ناکامیوں سے کسی نوخیز اور مبتدی مقرر کو دل شکستہ نہ ہونا چاہیئے بلکہ جس فن کو حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔ اس کو حاصل کرنے میں مصروف رہنا

چاہیئے۔ اگر کسی نے اس پر عمل کیا تو ناممکن نہیں ہے کہ ایک نہ ایک دن وہ اس درجہ کی عظمت حاصل کرے جو ڈسرائیلی نے حاصل کی تھی۔ یا اس درجہ کا خطیب بنجائے جس درجہ کے خطیب ڈیماسیتھنس اور سیرو ابتدائی ناکامیوں کے بعد بن گئے تھے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو سکا تو اس میں تو کوئی شبہہ ہی نہیں ہو سکتا کہ ریاضت اور مشق کے بعد ہر شخص اچھا خاصا کامیاب مقرر بن سکتا ہے۔

مقرر کو کن کن "اسلحہ" سے "مسلح" ہونا چاہیئے

یہاں ہم اس سوال پر سرسری بحث کرنی چاہتے ہیں کہ مقرر کو کن کن "اسلحہ" سے مسلح ہونا چاہیئے۔

اس سلسلے میں اتنی بات تو ہر شخص کہدے گا کہ اسے زبان پر عبور حاصل ہونا چاہیئے اور جس موضوع پر وہ تقریریں کیا کرتا ہے۔ اس موضوع پر اس کو گہرے اور وسیع علم کا مالک ہونا چاہیئے۔ یہ چیزیں بجائے خود ہر مقرر کے لئے ازحد ضروری اور لازمی ہیں۔ یہاں تک ہم ان چیزوں سے متعلق ایک مستقل باب میں کہیں آگے بحث کریں گے۔ مگر ہم یہاں مقرر کے جن "اسلحہ" کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ اس کی آواز بلند اور صاف ہونی چاہیئے اور چونکہ آواز کے صاف اور بلند ہونے کا گہرا تعلق دانتوں اور حلق کی صفائی سے بھی ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک مقرر کے دانت مضبوط اور اس کا حلق صاف رہنا چاہیئے۔

اسی کے ساتھ اس کی زبان میں لکنت یا کوئی اور نقص بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

اہل عرب کے نزدیک ان چیزوں کی اہمیّت

چنانچہ اہل عرب بھی تقریر و خطابت جن کا ایک مایہ ناز فن ہے۔ ان چیزوں کی اہمیت کو ہمیشہ سے محسوس کرتے چلے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ عرب کے بعض مشہور مقرروں اور خطیبوں نے دانت گرنے کے بعد تقریر کرنی ترک کر دی تھی۔ کیونکہ دانت گرنے کے بعد آواز میں وہ زور اور قوت باقی نہیں رہتی۔ جو دانتوں کی موجودگی میں پائی جاتی ہے۔

اس ضمن میں عرب کے ایک ممتاز خطیب زید بن جندب کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ کہ جس کے دانت زرد تھے اور چونکہ تقریر کے وقت وہ دکھائی دیتے تھے اور لوگوں کو برے معلوم ہوتے تھے اس لئے زید بن جندب کے کمال فن پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے عرب کے علمائے ادب نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر اس کے دانت زرد نہ ہوتے اور ایک دانت زاید نہ ہوتا تو وہ اپنے ملک کا سب سے بڑا خطیب ہوتا۔ اسی سلسلے میں حضرت امیر معاویہ کی زندگی کا یہ واقعہ بھی قابل ذکر معلوم ہوتا ہے کہ دانت گرنے کے بعد انہوں نے تقریر و خطابت سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ اسی طرح عبدالملک کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کے دانت ہلنے لگے تو انہوں نے تقریر و خطابت کی ضرورت کے پیش نظر اپنے ہلنے والے دانتوں کو سونے کے تار سے جکڑ والیا تھا۔ پھر دانتوں کی اہمیت کا اندازہ اس روایت سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سہیل بن عمرو مسلمان ہونے سے قبل پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیا کرتے تھے۔ لیکن جب ایک لڑائی میں وہ گرفتار ہو کر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی کہ انکے

نیچے کے دو دانت اکھڑوا دئے جائیں۔ منشاء یہ تھا کہ اگر ان کے دانت اکھڑ جائینگے تو مخالفت میں پرزور تقریریں نہ کر سکیں گے۔

دانتوں کی طرح زبان بھی زور کلام سے خاص تعلق رکھتی ہے اور اس لئے تقریر و خطابت کے معاملہ میں اس کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ عرب علمائے ادب کا خیال ہے کہ لمبی زبان والے جانور زیادہ فصاحت کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ لیکن زبان کا بڑا یا چھوٹا ہونا۔ انسان کے بس کی بات نہیں ہے تاہم زبان کو صاف رکھنا اور ایسی چیزوں کے استعمال سے بچنا جن سے زبان یا حلق کو کوئی مضرت پہونچے۔ کچھ مشکل نہیں ہے۔

آواز کی بلندی اور سُریلا پن اہل عرب کی نظر میں

یہ تو سب جانتے ہیں کہ آواز انسان کا خاص آلہ تکلم ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔ کہ مقرروں کو آواز کی حفاظت کا سب سے زیادہ لحاظ رکھنا چاہیئے۔ چونکہ خطابت و تقریر اہل عرب کا گویا کہ ایک زبردست فن رہا ہے۔ اس لئے اس معاملہ میں بھی ان کی رائے کافی وقعت رکھتی ہے۔ سو معلوم ہونا چاہیئے کہ اہل عرب بلند آواز انسان کی قدر کیا کرتے تھے اور پست آواز مقرروں کی ہجو کیا کرتے تھے۔ پھر چونکہ اہل عرب کا خیال تھا کہ جس کا مونھ چوڑا ہوتا ہے۔ اس کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اور جس کا منہ تنگ ہوتا ہے اس کی آواز پست ہوتی ہے۔ اس لئے اہل عرب تنگ مونھ والوں کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے ؛

آواز کو بلند اور صاف بنانے کی تدبیریں

یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ آواز کی بلندی اور صفائی کا دارمدار بڑی حد تک جسم وجثہ اور جسمانی صحت اور آلات تنفس کی مضبوطی اور حنجرہ کی ساخت پر موقوف ہے۔ لیکن آواز کی بلندی اور صفائی آواز کے استعمال کی مشق سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ بعض ماہرین موسیقی کا خیال ہے۔ کہ صاف ہوا میں گہرے گہرے سانس لینا اور اس قدر بلند آواز سے گانا کہ تکان محسوس نہ ہو۔ آواز کی بلندی اور صفائی کے لئے ازحد مفید تدبیریں ہیں۔ پھر بعض ماہرین موسیقی کا خیال ہے کہ کنوئیں میں منہ جھکا کر یا کسی بڑے گنبد میں بیٹھکر گلے بازی کرنے سے آواز بلند ہو جاتی ہے اور اس میں ایک خاص قسم کا لوچ اور سریلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

مغربی ماہرین فن کے خیالات

اس باب میں مغربی ماہرین فن کے خیالات سے استفادہ کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ہم انگلستان کے ایک مسلم الثبوت استاد خطابت سی ہارٹلے کے خیالات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

اس نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ ہر لحاظ سے اچھی آواز تو شاذ و نادر ہی کسی کی ہوتی ہے۔ مگر ایسے لوگوں کی تعداد اور بھی محدود اور مختصر ہے جو اپنی آواز سے صحیح طور پر کام لیتے ہیں۔ پھر کہتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مقررین میں چند ہی ایسے تھے۔ جن کی آوازیں اچھی تھیں۔ لیکن اپنی آواز کی پرورش کا اہتمام کرکے انہوں نے اپنی ناقص آوازوں سے بھی وہ اثر پیدا کیا۔ جو نسبتاً اچھی آواز والوں کا حصہ نہ بن سکا۔

اس کے بعد اس نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ صحیح اصولوں پر آواز کی باقاعدہ مشق و ریاضت ایک بری آواز کو اچھی خاصی آواز بنا دیتی ہے۔ اور اگر کسی کی آواز اچھی ہو اور وہ مشق و ریاضت کرے تو اس کی آواز درجہ کمال حاصل کر سکتی ہے۔

سی ہارٹلے کا مشورہ

پھر آواز کو بلند اور صاف بنانے کے سلسلے میں سی ہارٹلے نے یہ مشورہ دیا ہے کہ یا تو روزانہ آواز سے پڑھو۔ یا روزانہ تقریر کرو (خواہ وہ تقریر تنہائی میں ہو) مگر شروع میں آواز کو اوسط درجہ پر استعمال کرو اور رفتہ رفتہ اس کی بلندی کے درجہ کو اونچا کرتے جاؤ۔ یہاں تک کہ تمہاری آواز اس بلند درجہ پر پہونچ جائے جہاں سے اگر تم اپنی آواز کو اور اونچا لیجاؤ تو تکان بھی ہو اور آواز پر زور بھی پڑے۔ اس بلندی پر پہنچکر ٹھہر جاؤ اور آواز کو بلند لیجانے اور تھکانے کی غلطی نہ کرو۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ آواز کے درجہ کو پست کرنا شروع کرو۔ یہاں تک کہ تمہاری آواز اس جگہ آجائے جہاں سے تم نے اسے بلند کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن اسی ضمن میں ہارٹلے نے متنبہ کیا ہے کہ روزانہ کی مشق صرف اس قدر ہونی چاہیئے کہ آواز میں تکان کے آثار پیدا نہ ہوں۔ کیونکہ آواز کو تھکانے کا نتیجہ وہی ہوتا ہے، جو آواز کے استعمال کی سرے سے مشق ہی نہ کرنے کا ہوتا ہے۔

اسی سلسلے میں ہارٹلے نے غذا کے متعلق چند مشورے دیئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ چیزیں نہ کھاؤ جن کے متعلق تجربہ تمہیں یہ بتائے کہ تمہارے حلق اور آواز کو خراب کرنے والی ہیں۔ اور آواز اور حلق کو صاف کرنے کے لئے ایسی دوائیں بھی استعمال نہ کرو۔ جو وقتی طور پر مفید مگر مستقل طور پر مضر ثابت ہوں بعض بعض ایڈ ایسے ہیں جو وقتی طور پر آواز کو صاف کر دیتے ہیں۔ لیکن انجام کار اس کے استعمال سے آواز اور حلق کو مستقل نقصان پہنچ جاتا ہے۔

آواز کی صفائی کیلئے ناک کی صفائی

بھی ازحد ضروری شے ہے۔ کیونکہ ناک کے نتھنے اگر صاف نہ ہوں تو آواز کی صفائی میں فرق آنا لازمی ہے جس کا ایک ثبوت ہے کہ نزلہ اور زکام کے وقت ہر شخص کی آواز بھاری اور نادرست ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اول تو بعض جھلیاں ہیں۔ جو متورم ہو جاتی ہیں۔ دوسرے ناک کی نالیاں ایک قسم کے بلغم سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اس لئے گویئوں اور مقرروں کو جہاں آواز کی بلندی اور صفائی کے لئے اور امور کا لحاظ اور احتیاط رکھنی ضروری ہے۔ وہیں ان کے لئے یہ بھی ازحد ضروری ہے کہ ناک کے نتھنوں کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھیں۔ اس بارے میں ڈاکٹروں کی رائے بھی یہی ہے اور بعض مقرروں کا ذاتی تجربہ بھی یہی بتاتا ہے۔ کہ اگر کنکنے پانی میں چٹکی بھر نمک ملا کر اسی نمکین پانی سے دن میں تین بار (صبح، دوپہر اور شام) غرارے کر لیا کریں اور نتھنوں کو اسی پانی سے دھو لیا کریں تو جہاں تک ناک کی نالیوں کی صفائی کا تعلق ہے۔ وہ حسب دل خواہ صاف رہیں گی۔ بلکہ اسی طرح زکام اور نزلہ بھی بڑی حد تک پاس نہ آنے پائے گا۔

سارا کھیل دم کا ہے

اسی ضمن میں فن تقریر کے مبتدیوں پر یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ گویا ہو یا مقرر اس کے اثر پیدا کرنے کا ایک بہت اہم ذریعہ اس کا دم ہے۔ دم سے مراد یہ ہے کہ وہ کتنی دیر سانس لئے بغیر اپنے راگ یا تقریر کے سلسلے کو جاری رکھ سکتا ہے۔ معلمین فن تقریر نے کہا ہے کہ انسان کے پھیپھڑے اور ان کی قوت ایک ہارمونیم کی دھونکنی کا سا مرتبہ رکھتے ہیں اس سے سانس کی اہمیت بہ خوبی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر کسی ہارمونیم کی دھونکنی سانس دینے لگے تو ظاہر ہے کہ وہ باجہ مشکل ہی سے راگ پیدا

کر سکے گا۔ لہذا مقرروں کو دم بڑھانے کی برابر کوشش کرتے رہنا چاہیئے اور ان تدبیروں پر عمل کرنا چاہیئے جو دم بڑھانے والی ہوں۔

تقریر کیوقت عصا کا استعمال

اسی سلسلہ میں تقریر کے وقت عصا کے استعمال کی حیثیت پر روشنی ڈالدینی بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ جہانتک دور حاضر کے یورپین مقررین کا تعلق ہے۔ وہ تقریر کے وقت اسی قسم کی کسی چیز کو ہاتھ میں رکھنے کے عادی نہیں ہیں بلکہ عام طور پر بھی دیکھا گیا ہے کہ اپنے کوٹ کے بٹن اور کاج والے پردے پکڑ کر تقریریں کیا کرتے ہیں یا پھر ان کے ہاتھ میں کوئی کاغذ ہوتا ہے اور وہ تقریر کرتے جاتے ہیں اور وقت بوقت اس کاغذ کو جو درحقیقت ان کی تقریر کے نوٹ ہوتے ہیں۔ دیکھتے جاتے ہیں مگر اہل عرب کا معمول تھا کہ وہ تقریر کے وقت اپنے ہاتھ میں عصا یا تلوار یا اسی طرح کی کوئی اور چیز رکھتے تھے۔ چنانچہ عرب کے بعض ممتاز خطیبوں کی بابت تو یہاں تک بتایا گیا ہے کہ وہ تقریر کے وقت عصا یا تلوار وغیرہ رکھنے کے اس قدر عادی تھے کہ اسکے بغیر تقریر ہی نہ کر سکتے تھے اور عرب کے ایک زندہ جاوید مقرر اور خطیب سحبان ابن وائل کے متعلق تو یہاں تک مشہور ہے کہ وہ ہر ایک عصا یا تلوار کو ہاتھ میں لے کر بھی تقریر نہ کر سکتا تھا۔ بلکہ اس کی تقریر کے لئے ضروری تھا کہ اس کے ہاتھ میں اس کا مخصوص عصا موجود ہو۔ اسی طرح عبدالملک بن مروان کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ کہ "اگر میں ہاتھ سے اپنا عصا رکھدوں تو میری تقریر کا آدھا زور ضایع ہو جائے۔

اغلباً عرب مقررین کی پیروی میں ہندوستان کے بعض مسلمان مقررین بھی تقریر کے وقت اپنے ہاتھ میں چھڑی رکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات جن کی رائے اس باب میں کافی وقعت رکھتی ہے کہتے ہیں کہ اگرچہ عصا یا اسی قسم کی کوئی اور

چیز مقرر کے لئے لازمی ضرورت کا درجہ نہیں رکھتی۔ تاہم بعض اوقات اس سے مقرر کے رعب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ مقرر کو اظہار زور و جوش میں مدد دے سکتی ہے۔ اور بعض اوقات محض اس لئے کارآمد ہوتی ہے کہ مقرر اسکو سہارا بنانیکا عادی ہے۔

مقرر کے ذہنی و دماغی "اسلحہ"

یہاں تک تو ہم نے مقرر کی ان ضرورتوں کا ذکر کیا جو اگر پوری نہ ہوں تو کوئی شخص چاہے اور کچھ بن جائے۔ مگر مقرر ہرگز نہیں بن سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت ممکن ہے کہ ایک شخص علوم و فنون کا بحر ذخار ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایک بانکا صاحب قلم ہو۔ لیکن اگر اس کے پاس صاف اور بلند آواز نہیں ہے اور اگر وہ آواز کے ذریعہ اپنے خیالات دلکش انداز میں ظاہر نہیں کر سکتا تو وہ ایک متبحر عالم اور ایک باکمال انشاپرداز ہونے کے باوجود ایک مقرر نہیں بن سکتا۔ لیکن اگر کوئی دوسرا شخص جو متبحر عالم بھی نہ ہو۔ اور باکمال صاحب قلم بھی نہ ہو۔ بلکہ یوں کہئے کہ اس کی تعلیم بھی ابتدائی مدارج سے آگے نہ بڑھی ہو۔ مگر وہ کسی کی تقریر یاد کرکے اسکو مجمع عام میں دلکش انداز میں دہرا سکتا ہے۔ تو کوئی شبہہ نہیں کہ وہ مقرروں اور خطیبوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے ڈیماسیتھنس اور سیسرو کے خیالات کے حوالہ سے بتا چکے ہیں۔ موثر اور دلکش انداز میں آواز کے ذریعہ اظہار خیالات کا دوسرا نام خطابت اور فن تقریر ہے۔

لیکن کم سے کم ہمارے ملک کا کوئی نقال اور ایکٹر محض اس وجہ سے خطیبوں اور مقرروں میں شمار نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی لکھی ہوئی عبارتیں خطابت

اور تقریر کے قاعدوں اور ضابطوں کے ماتحت موثر اور دلکش انداز میں ادا کر سکتا ہے اس لئے جو کوئی مقرروں اور خطیبوں کی صف میں جگہ حاصل کرنے کا خواہش مند ہے اس کو حسب ذیل ذہنی و دماغی "اسلحہ" سے "مسلح" ہونے کی فکر کرنی پڑے گی۔

(۱) اپنے ملک کے حالات کا عام علم

مقرر کو اپنے ملک اور قوم کے عام حالات یعنی تاریخ اور جغرافیہ اور ملکی و قومی ضروریات و مسائل اور ملکی و قومی تحریکات اور جمہور ملک کے عام رجحانات و میلانات کے متعلق عام علم حاصل ہونا چاہیئے۔

(۲) ملکی و ملّی زعماء کے خیالات و معتقدات کا علم

پھر اس کو ان تمام ملکی و ملی لیڈروں کے حالات زندگی اور سابقہ کارنامے اور ان کے سابقہ و موجودہ خیالات و معتقدات اور ان کے اغراض و مقاصد معلوم ہونے چاہئیں۔

(۳) اپنے مخصوص میدان کا سیر حاصل علم

ان چیزوں کے علاوہ وہ خود جس میدان میں مقرر بننا چاہتا ہے۔ اسی کا سیر حاصل علم اس کو حاصل ہونا لازمی ضروری ہے۔ مثلاً اگر وہ سیاسی مقرر بننا چاہتا ہے تو اس کو اپنے ملک و ملت کی سیاسیات اور نہ صرف اپنے ملک و ملت کی سیاسیات کا بلکہ اپنے ملک و ملت کی سیاسیات سے دور یا قریب کا تعلق رکھنے والے ملکوں اور قوموں کی سیاسیات کا بھی سیر حاصل علم حاصل ہونا ضروری و لازمی ہے۔ یا اگر وہ مذہبی مقرر بننا چاہتا ہے تو اس کو خود اپنے مذہب

کا متبحر عالم ہونے کے علاوہ دنیا کے خاص خاص مذاہب کے بنیادی اصول معلوم ہونے چاہئیں۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ کن کن مذاہب کے پیروؤں کے خیالات و معتقدات کی دنیا میں کن کن اسباب وجوہ کی بنا پر ترقیات یا انقلابات کے آثار رونما ہوئے ہیں مختصر یہ ہے کہ وہ جس میدان کا مرد گویا۔ یا جس گلزار کا بلبل بننا چاہتا ہے۔ اس کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہ رہے۔ جس پر اسکی گہری نظر نہ پڑ چکی ہو۔

(۴) زبان کا علم

اور چیزوں کا مالک ہونے کے ساتھ ہی ساتھ مقرر کو اس زبان کا بھی مالک ہونا چاہیئے۔ جس زبان میں وہ تقریریں کر کے امتیاز حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ ایک ایسا مقرر جس کو زبان کا گہرا علم نہ ہو۔ اس پرند کی مثل بتایا گیا ہے۔ جس کے بازو نہیں ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ بہت سی اچھی اچھی تقریریں صرف اس لئے اثر پیدا کرنے کی بجائے سامان مضحکہ بن جاتی ہیں کہ مقرر کو اس زبان کا گہرا علم حاصل نہیں ہے۔ جس زبان میں وہ تقریر کر رہا ہے۔

(۵) اپنی زبان کی گرامر کا علم

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ زبان کا علم اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جبتک کہ کسی کو اپنی زبان کی گرامر نہ آتی ہو۔ پھر جہاں تک مقرر کی ضرورتوں کا تعلق ہے اس کے لئے اپنی زبان کی گرامر کا پورا پورا علم ایک انشا پرداز کے پاس کافی وقت ہوتا ہے اور اس کو نظر ثانی کرنے یا دوسروں سے اصلاح لینے کا موقع بھی ملتا ہے۔ لیکن مقرر اس قسم کی آسایشوں سے یکسر محروم ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر مقرر کو اپنی زبان کی گرامر کا اس قدر زیادہ علم ہو تو وہ فی الوقت حسب ضرورت نئی نئی ترکیبیں تیار کر سکے اور مصطلحات وضع کر سکے۔

(۶) جوش اور خلوص کی ضرورت

مان لیا کہ ایک مقرر کے پاس یہ سب چیزیں ہیں جنکی طرف اوپر اشارات کئے گئے۔ لیکن وہ جوش اور خلوص سے عاری ہے۔ تو یقین کیجئے کہ ایسا مقرر کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خلوص کے بغیر نہ خود مقرر کے دل میں جوش پیدا ہوگا۔ نہ وہ دوسروں کے دلوں پر اثر ڈال سکے گا۔ مثل مشہور ہے ؎

از دل خیزد بر دل ریزد

لہذا جب دل میں خلوص نہیں تو نہ کوئی بات دل سے نکلے گی، نہ کسی کے دل کو لگے گی۔ اقبال نے فرمایا ہے ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اس لئے ہر مقرر کو چاہیئے کہ وہ صرف ان عنوانات پر اور ہر عنوان کے اس پہلو پر تقریر کیا کرے۔ جس کے متعلق اس کے دل میں خلوص اور جوش موجود ہے۔

چہرہ کی کیفیات کی اہمیت اور خلوص و جوش سے ان کا تعلق

اسی سلسلے میں مقرر کے چہرہ کی اولتی بدلتی کیفیات کا تذکرہ کر دینا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ معلمین فن خطابت و تقریر کا بیان ہے کہ ؎

چہرہ کی کیفیات مقرر اور ایکٹر کے لئے از حد اہم ہوتی ہیں۔ یہ کیفیات اور علامتیں مقرر اور ایکٹر کے قدرتی حسن سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

معلمین فن خطابت و تقریر کا یہ خیال کسی تشریح و وضاحت کا محتاج نہیں

ہے۔ مگر اتنی بات پھر بھی کہدینی چاہیئے کہ تقریر کے مفہوم کے لحاظ سے چہرہ پر یہ کیفیات یا تو مصنوعی طور پر طاری کی جاسکتی ہیں یا پھر وہ مقرر کے خلوص اور اپنے طبعی جوش کا نتیجہ ہوں گی۔ سو اس معاملہ میں سی ہارٹلے جیسے سندی شخص کا مشورہ یاد رکھنا چاہیئے وہ کہتا ہے کہ :م

چہرہ پر موثر آثار و کیفیات طاری کرنے کا صرف
ایک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ تمہاری
زبان سے نکل رہا ہے اور جس سے متعلق تم اپنے
سامعین کو متاثر کرنا چاہتے ہو۔ اس کو سمجھو اور
اس کو محسوس کرو۔

اب اگر "سمجھو" اور "محسوس کرو" کے الفاظ کی اہمیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہارٹلے بدلے ہوئے الفاظ میں مشورہ دے رہا ہے جو ہم نے دیا ہے یعنی یہ کہ جو کچھ کہو اس کے متعلق تمہارے دل میں خلوص اور جوش موجود ہونا چاہیئے۔ اگر یہ دونوں چیزیں تمہارے پاس موجود نہ ہوں گی تو بقول ہارٹلے کے تم اپنے چہرہ پر وہ کیفیات اور آثار ہرگز پیدا نہ کرسکو گے۔ جن کے متعلق تمام معلمین فن خطابت و تقریر کا فیصلہ یہی ہے کہ :م

چہرہ کی کیفیات مقرر اور ایکٹر کے لئے از حد اہم ہوتی ہیں۔

حصولِ فن کے بہترین وسائل

ہم اس سے قبل ثابت کرچکے ہیں کہ وہ عام خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ جس کا منشا یہ ہے کہ سلیقہ تقریر کوئی کسبی چیز نہیں۔ بلکہ وہبی چیز ہے۔ مگر

اس موقع پر جبکہ ہم حصول فن خطابت و تقریر کے بہترین وسائل بیان کرنے چاہتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک نئے زاویہ سے اس غلط خیال کی تردید کر دیں۔ چنانچہ ہم اپنے قارئین کرام کو یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ انسانی عقل اور اس کا شعور صنعت لوہے اور لکڑی کے ایسے آلات تیار کر چکا ہے جو انسانی آواز سے بھی زیادہ سُریلے ہوتے ہیں حتےٰ کہ انسان ان آلات سے سُروں سے سُر ملاتا اور ان کی قریب ترین پیروی کو اپنی آواز کا کمال سمجھتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب انسانی عقل اور اس کا شعور ایسے آلات تیار کر سکتا ہے تو وہ خود اپنی آواز اور اپنے جوارح اور اپنے اعضاء کو ایسی تربیت کیوں نہیں دے سکتا کہ اسے شعور خطابت و سلیقہ تقریر حاصل ہو جائے

بہرحال کہنا یہ ہے کہ جس طرح انسان گانا سیکھ سکتا ہے اور فن موسیقی اور باجہ نوازی میں کمال حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح وہ فن خطابت و تقریر کا ماہر بھی ضرور بن سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ بہت سے اچھے اچھے لکھنے والے۔ جنکی تحریریں پڑھنے والوں میں گرمی پیدا کر سکتی ہیں۔ جب وہ تقریر کرنے کھڑے ہوتے ہیں تو چند مربوط جملے بھی زبان سے ادا نہیں کر سکتے اس کو اس امر کا ثبوت ہرگز نہیں بنایا جا سکتا کہ "سلیقہ تقریر کبھی چیز نہیں۔ بلکہ وہبی چیز ہے"۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے کبھی سلیقہ تقریر حاصل کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں کی ہوگی۔ ورنہ وہ جس قدر اچھے انشا پرداز ہوتے ہیں۔ اتنے ہی بلند پایہ مقرر بھی بن سکتے ہیں۔

چار اہم وسائل

بہرحال فن خطابت و تقریر حاصل کرنے کے چار اہم وسائل ہیں۔ جو یہ ہیں۔

(۱) اچھے مقرروں کی تقریریں سُننا۔
(۲) آواز سے اچھے مصنفوں کی تحریریں اور اچھے مقرروں کی تقریریں پڑھنا
(۳) اچھے مضمون اور تقریریں لکھنے کی کوشش کرنا۔
(۴) خود تقریریں کرنا۔

اب ہم ان چاروں چیزوں کو کھولکر بیان کرتے ہیں۔

اچھے مقرروں کی تقریریں سننا

فن خطابت و تقریر کے طالب علموں کے لئے اس واسطے نہایت اہم ہے کہ کوئی کتاب چاہے وہ کتنی ہی مبسوط اور مکمل کیوں نہ ہو۔ فن کی عملی تعلیم نہیں دے سکتی۔ بلکہ صرف نظری اور اصولی چیزیں پیش کر سکتی ہے۔ مگر خطابت و تقریر ایک عملی فن ہے۔ اس لئے صرف نظری اور اصولی باتیں کسی شخص کو مقرر نہیں بنا سکتیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ فن خطابت و تقریر کا ہر طالب علم اچھے اچھے مقرروں کی تقریریں سُنے۔ پھر اچھے مقرروں کی تقریریں سن لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان تقریروں کے دوران میں ہر طالب فن کو حسب ذیل امور کا خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ امور اس کے لئے گویا کہ عملی تربیت کا پیش خیمہ اور اہم سبق ثابت ہوں گے

(الف) مقرر کس انداز سے سامنے آیا ہے اور کس انداز سے تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔
(ب) اس کے چہرہ کی وقت بوقت ادلتی بدلتی کیفیات اور علامتیں۔
(ج) اس کے ہاتھوں اور دیگر اعضاء جسم کے حرکات اور اشارے۔
(د) اس کی آواز کا چڑھاؤ اتار۔
(ہ) اس نے اپنی تقریر کس انداز سے شروع کی یعنی کس طرح تمہید باندھی۔ کس

کس طرح اصل منشا و مطلب کی طرف آیا۔ کس طرح لوگوں کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لئے اس نے اپنی تقریر کے دوران میں دلچسپ قصے سنائے۔ کس طرح برمحل شعر پڑھے۔ اور پھر کس طرح اپنی تقریر کو اپنے اصل منشا و مطلب سے ہٹنے نہ دیا اور کس طرح اس نے اپنی تقریر ختم کی اور اس کی تقریر کا مجمع پر کیا اثر ہوا۔

(و) مقرر کی خصوصیات بھی قابل توجہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر مقرر بعض اچھی یا بُری خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ خواہ وہ خصوصیات اس کے الفاظ اور انداز بیان سے متعلق ہوں۔ خواہ ان کا تعلق اس کے چہرہ اور ہاتھ پیروں کی کیفیات و حرکات سے ہو۔

(ز) پھر سب سے زیادہ عمیق توجہ کے قابل ہر مقرر کے وہ الفاظ اور فقرے اور اس کے چہرہ کی وہ کیفیات اور اس کے اعضائے بدن کی وہ حرکات ہوتی ہیں۔ جب وہ اپنے سامعین سے اپیل کر رہا ہوتا ہے یا ان کے دلوں میں گرمی پیدا کر رہا ہوتا ہے یا ان کو کسی مفید مقصد خیال یا عمل پر ابھار رہا ہوتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ فن خطابت و تقریر کے طالبعلم اچھے مقرروں کی تقریروں کی تفصیلات پر جس قدر زیادہ توجہ کرینگے اور جس قدر زیادہ ان کی خصوصیات کو حافظہ میں محفوظ رکھیں گے۔ اسی قدر ان کو گویا کہ خطابت و تقریر کی عملی تعلیم و تربیت حاصل ہوگی۔

آواز سے اچھے مقرروں کی تقریریں اور اچھے مصنفوں کی تحریریں پڑھنا

دراصل حقیقی عملی تربیت کی بسم اللہ ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اوّل تو خود اپنی آواز کام کرتی ہے۔ دوسرے ان عبارتوں کو ادا کرتی ہے۔ جو باکمال ارباب فن کی زبان یا قلم کی نکلی ہوئی ہونے کی وجہ سے گویا کہ نمونہ کمال ہوتی ہیں۔ زیادہ سیدھے

سادھے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ اوّل تو زبان اور آواز کا حرکات میں آنا اور کام کرنا دوسرے صحیح چیزوں پر ان کا حرکت کرنا اور کام میں آنا تقریباً ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی استاد سامنے بیٹھا ہوا اپنی زبان سے کچھ کہنا چاہیئے اور تم سے کہلاتا جائے۔ مگر یہ واضح رہے کہ کسی عبارت کا آواز سے پڑھنا بجائے خود ایک شعبۂ فن ہے۔ جس پر کافی توجہ ہونی چاہیئے۔

اس لئے ہم قرأت کے بعض اصول درج ذیل کئے دیتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین عبارتوں کو اس طرح پڑھ سکیں جس طرح وہ پڑھی جانی چاہئیں:۔

(الف) ضروری ہے کہ تم کھڑے ہو کر پڑھو۔ پڑھتے وقت بالکل سیدھا کھڑا ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارا سینہ تنا ہوا اور آگے کو نکلا ہوا ہو گردن سیدھی ہو۔

(ب) جس جگہ کھڑے ہو کر پڑھ رہے ہو۔ وہ جگہ ہوادار ہونی چاہیئے اور اگر کوئی کمرہ ہے تو وہ جتنا زیادہ طویل و عریض ہوگا، اتنا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔

(ج) اس جگہ تمہارا تنہا ہونا بھی مناسب ہے یا اگر کوئی موجود ہو تو وہ ایسا شخص ہونا چاہیئے جس سے تم بالکل بے تکلف ہو اور ذرا نہ شرماتے ہو۔

(د) بلند آواز سے پڑھنا شروع کرنے سے قبل اس عبارت کو، جسے تم پڑھنا چاہتے ہو از بر یا تقریباً از بر یاد کر لو تاکہ تحریری الفاظ کی طرف کم سے کم توجہ کرنے کی ضرورت لاحق ہو۔

(ہ) آواز بس اتنی بلند ہونی چاہیئے کہ آواز پر زور نہ پڑے نیز آواز کی ابتدائی بلندی اتنی ہونی چاہیئے کہ جب تم اپنی آواز کو انتہائی بلندی پر پہنچا رہے ہو اسوقت بھی تم کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔

(و) منھ بالکل صاف ہونا چاہیئے۔ اور ناک کی نالیوں میں بھی کوئی غلاظت

موجود نہ ہو۔ پان کھا کر پڑھنے کی کوشش ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ مونھ کھولنے میں تکلف ہوگا اور آواز اپنی اصلی بلندی وصفائی حاصل نہ کر سکے گی۔

(ز) جو کچھ پڑھتے جاؤ۔ اس کو اچھی طرح سمجھتے اور محسوس کرتے جاؤ۔

(سمجھنے اور محسوس کرنے کے الفاظ ہم نے انہیں معنے میں استعمال کئے ہیں جن معنے میں ہارٹلے نے ان کو اس عبارت میں استعمال کیا ہے جسے ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں)

(ح) فقروں کے چڑھاؤ اتار پر نظر رکھو اور ہر فقرہ کو آواز کے اس چڑھاؤ اتار کے ساتھ ادا کرو۔ جس تناسب سے لکھنے یا بولنے والے نے اس کو لکھا یا بولا ہے۔ (اس باب میں شاندار یک ڈپو دہلی کی ایک کتاب "تعلیم الشا پردازی" کے بعض ابواب کا مطالعہ بہت مدد دے گا۔ کیونکہ اس میں یہ چیز شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے)

(ط) عبارتوں کے پڑھتے وقت اوقاف کا بھی خاص لحاظ رکھنا چاہیئے اور مختلف قسموں کے اوقاف کے موقعوں پر اتنی دیر سانس کو توڑنا اور دم لینا چاہیئے جتنی دیر سانس کو توڑنا اور دم لینا ان مختلف اوقاف کا منشاء ہو۔ اس مسئلہ کی تشریح بھی ہم نے کسی دوسری جگہ کی ہے۔ اور ضروری ہے کہ اس تشریح سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔

ایک جرمنی عالم کی رائے

اس مسئلہ میں۔ جن پر ہم نے ابھی بحث کی ہے۔ ہم ایک جرمنی عالم کی رائے پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ ہمارے قارئین اندازہ کر سکیں کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے۔ فن خطابت وتقریر کے طالب علموں کے لئے کس قدر اہم ہے

یہ جرمنی عالم ایکاڈمی آف اسٹراسبرگ کا انسپکٹر تھا۔ اس کا نام ولیم تھا۔ اس نے اپنی کتاب "جمہور کی تعلیم میں، جس کا انگریزی ترجمہ پروفیسر نکل نے کیا ہے لکھا ہے کہ:-

> نوجوانوں کو اس قابل بنا دینا کافی نہیں ہے کہ وہ مشین کی طرح پڑھنے لگیں، بلکہ ان کو اس طرح پڑھنے کی تربیت دی جانی چاہیئے کہ وہ ایسے زور اور جوش کے ساتھ پڑھ سکیں کہ انکے چہرہ اور ہاتھ پیروں کی حرکات و سکنات بھی اظہار مفہوم میں مدد دیں پھر ان کو ایسی تربیت دی جانی چاہیئے کہ وہ عبارتوں کے مفہوم اور اوقات کے منشا کے مطابق عبارتوں کے چڑھاؤ اتار اور سانس توڑنے اور دم لینے پر عامل ہوں۔

پروفیسر ولیم نے جو کچھ نوجوانوں اور بچوں کے لئے کہا ہے۔ وہ ہر اس شخص پر صادق آتا ہے۔ جو فن خطابت و تقریر کا طالب علم ہے۔

اچھی تقریریں اور مضمون لکھنے کی کوشش کرنا

بھی نہایت ہی اہم امر ہے۔ حالانکہ بادی النظر میں اس کا شعور خطابت اور سلیقہ تقریر حاصل کرنے سے بہت ہی کم تعلق دکھائی دیتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اچھی تقریریں اور مضمون لکھنے کی کوشش اچھی تقریر کی تمہید ہوتی ہے۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ کوئی اچھی تقریر کی ہی نہیں جا سکتی۔ جبتک وہ پہلے سے لکھ کر ذہن نشین نہ کر لی گئی ہو۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب انسان

کوئی چیز لکھنے بیٹھتا ہے اس وقت وہ اپنے منشا و مفہوم کو زیادہ مرتب و منظم صورت میں مربوط کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پھر لکھتے وقت اس کے پاس اتنا وقت ہوتا ہے کہ وہ خیالات کو ترتیب دے سکے اور ترتیب میں جو نقائص ہوں انکو دور کر سکے۔ یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ تقریر دراصل وہ خیالات ہیں۔ جو آواز کے ذریعہ ظاہر کئے جائیں اور تحریر وہ خیالات ہیں جو کاغذ پر قلم اور دوات کی مدد سے پیش کئے جائیں۔ لہذا جہاں تک خیالات کی ترتیب اور عبارت کی شستگی و صفائی کا تعلق ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ بہ صورت تحریر زیادہ ترتیب و تنظیم اور زیادہ شستگی و صفائی کے ساتھ ظاہر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ لکھنے وقت زیادہ وقت ہوتا ہے۔ اور اصلاح کے مواقع تقریر کی طرح ناپید نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے مقرر اور خطیب ہمیشہ پہلے سے اپنی تقریریں لکھکر یاد کر لیا کرتے تھے اور آج بھی یہی کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں ہم ایک بار پھر سی ہارٹلے کی رائے پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ؎

> ایک اچھا قاری، جو واقعۃً اچھا قاری ہو۔ اگر وہ چاہے تو درحقیقت ایک اچھا مقرر اور محرر بھی بن سکتا ہے اور واقعتہً ایک اچھے محرر کو ایک اچھا قاری اور ایک اچھا مقرر بننے میں صرف اسی چیز کی ضرورت ہوئی ہے کہ وہ اپنے اوپر اعتماد حاصل کرے اور اپنی زبان سے کام لینے کی مشق کرے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ سی ہارٹلے کی اس رائے کے بعد کسی کو شبہہ باقی نہیں

رہے گا کہ اچھی تقریریں اور مضمون لکھنا فن خطابت و تقریر کے ایک طالب علم کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہے چاہے بادی النظر میں دونوں چیزوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق و بعد دکھائی دیتا ہو۔ یہاں ہم سی ہارٹلے کے متعلق اتنی بات اور بتا دینی چاہتے ہیں کہ وہ لندن اور کیمبرج یونیورسٹیوں میں علم خطابت و تقریر کا پروفیسر تھا۔ اور اس شعبہ علم کے متعلق اس کی تصنیفات سند مانی جاتی ہیں۔

تقریر کی مشق

اب حصولِ فن کے چوتھے اور آخری وسیلہ کے متعلق صرف یہ کہنا باقی رہ گیا ہے کہ تقریر کی مشق ہی وہ چیز تھی۔ جس نے سیسرو۔ ہورٹینشس۔ ڈیماستھنیس ڈسرائیگی۔ بلکہ دنیا کے تمام اچھے مقرروں کو اچھا مقرر بنایا۔ لہذا اس کی ضرورت پر زیادہ زور دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن اس مشق کے سلسلے میں بعض ضروری اصول پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ جو یہ ہیں:۔

(الف) ان تمام اصولوں کو پیش نظر رکھو۔ جو آواز سے قرات کرنے کے سلسلے میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

(ب) کھانا کھانے کے فوراً بعد یا بالکل خالی پیٹ پر تقریر کرنے کی مشق نہ کرو۔

(ج) گرم کمرے میں۔ جہاں ہوا کا گزر نہ ہو۔ اور جس کے دروازے بند ہوں تقریر نہ کرو۔ کیونکہ اس سے آواز پر بھی مضر اثر پڑتا ہے۔ اور عام صحت جسمانی پر بھی۔

(د) اپنی تقریر کو پہلے سے لکھکر اچھی طرح یاد کر لیا کرو۔ لیکن بعض اوقات

ایسا ہوتا ہے کہ حافظہ جواب دے جاتا ہے کہ مقرر پریشان ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر مقرر کو تقریر لکھنے اور یاد کرنے کے علاوہ اپنی تقریر کے خاص خاص اجزا صحیح ترتیب کے ساتھ یادداشت کے طور پر نوٹ کر لینے چاہئیں اور تقریر کے وقت وہ یادداشت مقرر کے پاس موجود ہونا چاہیئے۔ تاکہ اگر کہیں حافظہ یاری نہ کرے تو مقرر یادداشت کی مدد سے اپنی تقریر جاری رکھ سکے۔

(۷) اپنی تقریر میں کسی دوسرے بڑے یا چھوٹے مقرر کے طرز و انداز کا چربہ اس طرح اتارنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے کہ سامعین اپنے دل میں کہیں کہ یہ مقرر فلاں مقرر کا مونھ چڑھا رہا ہے۔ اگر سامعین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تو تمہاری تقریر کا مطلق اثر نہ ہوگا۔ بلکہ تم اس لئے ان کی نظر میں حقیر ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی ہو تو کسی کی سراسر نقل کرنے کے معنے یہ ہونگے کہ جو خصوصیات خود تمہاری طبیعت پیدا کر سکتی تھی۔ اور جو تمہاری ذاتی و شخصی امتیازات ہو سکتی تھیں ان خصوصیات کی پیدائش کے تمام امکانات مردہ ہو جائیں گے۔

برطانوی اخبار پال مال گزٹ کی رائے

اس معاملہ میں برطانیہ کے مشہور اخبار پال مال گزٹ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ:-

> یہ تو جدا بات ہے کہ کوئی صاحب فن کسی عظیم الشان ماہر فن سے مماثلت و مشابہت رکھتا ہو۔ لیکن یہ بالکل دوسری بات ہے کہ کوئی صاحب فن کسی دوسرے بڑے صاحب فن کا چربہ اتارنے لگے۔

اس سلسلے میں ہارٹلے نے کہا ہے کہ ہم
جس مقرر کی تقریر تم سنو، اس سے کوئی نہ کوئی بات
ضرور سیکھو۔ یعنے یا تو اس کی کسی بُری بات سے بچنے
کی فکر کر دیا۔ اس کی کسی اچھی بات کی پیروی کرنا
سیکھو۔ لیکن اس پیروی کے معاملہ میں غلامانہ حیثیت
سے نقل اتارنے سے نہایت احتیاط کے ساتھ گریز
کرو۔۔۔۔۔۔۔۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی غلامانہ
طور پر نقل اتار کر کبھی کسی عظمت کا مالک نہیں بنا
ہے۔

(۹) پھر جس مجمع کے سامنے تم تقریر کرنے والے ہو۔ وہ جہاں تک ممکن ہو ان لوگوں کا مجمع ہونا چاہیئے۔ جن کے خیالات و معتقدات کا تم کو علم ہے اور جن سے تم ذاتی طور پر واقفیت رکھتے ہو۔ کیونکہ جو تقریریں مشق کے طور پر کی جائیں۔ وہ اگر بڑے مجمع میں کی جائیں تو اول تو ان کے ناکام ہونے اور اس ناکامی کے نتیجہ کے طور پر تمہارے دل شکستہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بڑے مجمع بعض اوقات خواہ مخواہ مبتدی مقرروں کے لئے مرعوب کن اور پر ہیبت ثابت ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم ابتدائی تقریریں بڑے مجمعوں میں کرو تو شاید اپنے سامعین کو متاثر نہ کر سکو گے اور اس لئے تمہارا دل نہیں کھلے گا۔ پھر اگر کوئی کمزوری ظاہر ہوئی تو اس کے مضر اثر کو دور ہونا دشوار ہوگا۔ لہذا چاہیئے کہ مشق کے طور پر ابتدائی تقریر چھوٹے چھوٹے مجمعوں میں کی جائیں جو زیادہ تر عزیزوں اور دوستوں کے مجمع ہونے چاہئیں۔

(۱۰) ابتدائی تقریروں کے بعد اپنے سمجھدار دوستوں اور ہمدردوں سے

اپنی کمزوریوں کے متعلق دریافت حال کر لیا کرو تاکہ آئندہ تقریر میں تم ان کمزوریوں سے بچنے کی فکر کر سکو (ح) تمہاری تقریر میں تصنع یا بناوٹ کا کوئی شائبہ موجود نہ ہونا چاہیئے اور تمہیں خواہ مخواہ کا اظہار جوش کر کے۔ جو بعض نو آموز مقرروں کا خاصہ ہوتا ہے۔ مضحکہ انگیز نہ بننا چاہیئے۔ ورنہ مضحکہ انگیز بننے کے علاوہ ایک بری عادت کے راسخ ہو جانے کا قوی اندیشہ موجود ہو گا۔

(ط) تقریر کے وقت اپنے موضوع پر متوجہ رہو۔ اور سامعین میں سے کسی خاص شخص کے چہرہ پر نظر نہ جماؤ۔

(ی) پھر مشق کے طور پر جو ابتدائی تقریریں کی جائیں۔ ان کے سلسلے میں یہ اصول بھی گرہ میں باندھکر رکھنے کے قابل ہے کہ ان تقریروں کی بھی جو تم دوستوں کے مختصر مجمعوں میں کرنی چاہتے ہو۔ پہلے سے اپنے مکان کے کسی تنہا کمرہ میں بڑے آئینہ کے سامنے ایک سے زیادہ مرتبہ مزاولت کر لیا کرو۔

ذاتی تجربوں اور مشاہدوں سے بھی فائدہ اُٹھاؤ

اب ہم فن خطابت و تقریر کے وہ چار وسائل کھول کر تمہارے سامنے بیان کر چکے جن پر عمل کر کے ہر شخص خطیب اور مقرر بن سکتا ہے اور جو شخص جس قدر زیادہ ان مشوروں پر عامل ہو گا جو ہم نے اوپر پیش کئے ہیں اسیقدر وہ حصول فن میں آسانی محسوس کرے گا اور کامیابی حاصل کرے گا۔ مگر اسی کے ساتھ ایک بات اور کہدینی ضروری ہے جو یہ ہے کہ مختلف لوگ مختلف تجربات سے گزرتے ہیں اور ان تجربوں سے ان کو نئے نئے اصول معلوم ہوتے ہیں لہذا فن خطابت و تقریر کے ہر طالب علم کو خود اپنے تجربوں اور مشاہدوں سے بھی فائدہ اٹھاتے رہنا چاہیئے اور کسی دوسرے کے پیش کردہ مشوروں کو "وحی آسمانی" نہ سمجھنا چاہیئے۔

تقریر کی تیاری

آخر وہ مرحلہ آگیا۔ جس کو تقریر کی تیاری کا مرحلہ کہنا چاہیئے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جب آدمی تقریر کی کافی مشق کر چکا ہے اور اس کو شعور خطابت و سلیقہ تقریر حاصل ہو چکا ہے۔ وہ لوگ سخت غلطی کریں گے جو اس مرحلے پر پہنچکر یہ سمجھیں گے کہ اب ہم اپنے فن میں کامل ہو گئے اور ہمیں حصولِ فن کے سلسلے میں کسی الجھن میں پھنسنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ مرحلہ ہے۔ جب مقرر باکمال مقرروں کی صف میں جگہ پانے کا استحقاق ثابت کر سکتا ہے۔ لیکن اس امتیازی مرتبہ پر پہنچنے کے لئے اس کو اس سے بھی زیادہ محنت اور کاوش کرنی ہوگی۔ جتنی اس نے اپنی ابتدائی مشق کے دوران میں کی ہے۔

بہرحال اس منزل پر مقرر کے سامنے جو سب سے اہم اور دشوار کام ہوتا ہے وہ تقریر کی ترتیب و تسوید سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اس سے قبل بتایا جا چکا ہے بہترین تقریریں ہمیشہ وہ ہوتی ہیں۔ جو پہلے سے مرتب کی گئی ہوں۔

ایک غلط نظریہ

یہاں ہم ایک دوسرے غلط خیال کی تردید ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بدقسمتی سے ہمارے ملک کے اچھے اچھے تعلیم یافتہ اور باخبر لوگوں کے دلوں میں بھی گھر کر گیا ہے چنانچہ ایک صاحب نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ہر

"جو لوگ تقریروں کو رٹ رٹ کر سنایا کرتے ہیں۔
وہ کبھی مقرر نہیں ہو سکتے۔ مقرر وہی ہے۔ جو وقت پر برجستہ

تقریر کر سکے۔"

ایک دوسرے صاحب ایک کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"بیساختہ تقریر ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس کو تقریر کہا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص برجستہ اور بے ساختہ تقریر نہیں کر سکتا تو اُسے مقرر نہیں کہنا چاہیئے۔"

یہ تنہا ہمارا اپنا خیال نہیں ہے کہ یہ نظریہ جو ان دونوں حضرات نے پیش کیا ہے غلط ہے۔ بلکہ بڑے بڑے ارباب و معلمین فن اس نظریہ کو غلط ثابت کر چکے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ مقرر بڑا باکمال ہوگا۔ جو پیشگی تیاری کے بغیر اور وقتی جوش اور امنگ اور ضرورت کے وقت ایسی تقریر کا ایک مکمل اور حسین نمونہ ہو۔ لیکن واضح رہنا چاہیئے کہ وہ مقرر بھی اپنی بے ساختہ اور برجستہ "تقریر کے لئے کھڑے ہونے سے قبل کم سے کم ذہن میں اپنے خیالات کو ضرور مرتب کرے گا اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو نہ فقط یہ کہ بہت بڑی غلطی کرے گا۔ بلکہ شاید اس کی تقریر کوئی قابل قدر نمونہ نہ بن سکیگی۔

چنانچہ معلمین فن خطابت و تقریر نے کہا ہے کہ:-

فن تقریر کے طالب علم کو خودسری سے دور رہنا چاہیئے کہ وہ برجستہ اور بے ساختہ تقریر کر سکتا ہے، جو کوئی ایسا بیہودہ اور مہمل طریقہ اختیار کرے گا۔ اس کی تقریر یقیناً غیر مربوط اور مبہم ہوگی۔ جو ذہین سامعین کو کبھی خوش نہیں آتی۔

مستند معلمین فن کی یہ رائے اس قدر صاف اور غیر مشتبہ ہے کہ اس کے بعد کسی کو اس معاملہ میں چیں بجبیں کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

دنیا کے ارباب فن کا طریقہ کار

لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اصول ہیں۔ جو تقریروں کی تیاری کے سلسلے میں مقرروں کو پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ ہم اس سوال کا براہ راست جواب دینے سے زیادہ بہتر اس امر کو سمجھتے ہیں کہ وہ حالت بیان کر دیں۔ جو اس باب میں بڑے بڑے ارباب فن کی سرگرمیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان سے ان کا طریقہ کار واضح ہوگا اور فن خطابت و تقریر کے طالب علموں کو ان کے طریقہ کار سے رہنمائی حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔

(۱) یونان اور رومتہ الکبریٰ کے مقررین پہلے اپنی تقریریں لکھ لیا کرتے تھے اور پھر ان تقریروں کو حفظ یاد کر لیا کرتے تھے۔

(۲) رچرڈ برنسلے شیریڈن برطانیہ کا ایک نہایت فصیح البیان مقرر گزرا ہے وہ برٹش پارلیمنٹ کا رکن بھی تھا۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے اندر اس کو اس کی پیشگی تیاریوں کے متعلق طعنے دئے جاتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ وہ مباحث کے دوران میں جو تیز چوٹیں کیا کرتا تھا اور گرمی کے وقت جو چبھنے والے فقرے بولا کرتا ہے۔ وہ درحقیقت فی الوقت اس کے ذہن و دماغ سے نہیں اترتے۔ بلکہ پہلے سے تیار کر کے حافظہ میں محفوظ کر لئے جاتے ہیں۔ اور وقت پر بروئے کار لائے جاتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے شیریڈن صرف اپنی تقریریں پہلے سے یاد نہیں کر لیا کرتا تھا بلکہ وہ مختلف موقعوں کے لئے مختلف قسم کے تیز اور چست فقرے بھی پہلے سے یاد کر کے ان کو نہاں خانہ ذہن میں محفوظ رکھتا تھا۔

(۳) لارڈ میکالے کا نام ہمارے قارئین نے ضرور سنا ہوگا۔ وہ انیسویں صدی کا

سب سے بڑا انگریز انشا پرداز اور مورخ اور فصیح البیان مقرر تھا۔ مگر قلم اور زبان کے ان کمالوں کے باوجود اپنی تقریروں کے بیشتر حصے پہلے سے لکھ لیا کرتا تھا۔

(۴) ایک پرمغز اور فصیح البیان مقرر کی حیثیت سے شیلے کا مرتبہ بھی میکالے سے کم نہ تھا۔ اس کا بھی یہی دستور تھا کہ اپنی خاص خاص تقریروں کے خاص خاص اجزا پہلے سے لکھ لیا کرتا تھا۔

(۵) چارلیس ٹاؤن شینڈ انگلستان کا ایک مدبر اور مقرر تھا۔ مسٹر پرسی فٹز جیرالڈ نے اس کے حالات زندگی میں یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ جس موضوع پر ٹاؤن شینڈ کو تقریر کرنی ہوتی تھی۔ وہ اس کے ایک پہلو پر گھنٹوں اپنی تقریر لکھایا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ گھر سے باہر نکل جاتے اور اس موضوع پر لوگوں سے گفتگو میں کیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کے خیالات سے استفادہ کے بعد از سر نو اپنی تقریر لکھایا کرتے تھے۔ اسی طرح ان کے موضوع کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں رہتا تھا۔ جس پر ان کی نظر نہ پڑ چکی ہو۔ لیکن سب سے زیادہ قابل غور امر یہ ہے کہ جب ان تیاریوں کے بعد ٹاؤن شینڈ تقریر کرنے کھڑا ہوتا تھا اس وقت وہ اپنی لکھائی ہوئی تقریر کے مطابق نہیں بولا کرتا تھا۔ بلکہ نئی ترتیب کیساتھ اپنے خیالات ظاہر کیا کرتا تھا۔ البتہ اس کی تقریر کے دوران میں ایسے بہت سے فقرے آتے تھے۔ جن کو وہ اپنی پیشگی تقریروں میں لکھا چکا ہوتا تھا۔

(۶) دنیا کے اکثر ممتاز مقرروں کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنی تقریروں کے افتتاحی اور اختتامی حصے نہایت احتیاط کے ساتھ لکھکر ذہن میں محفوظ کر لیا کرتے ہیں۔ اور ان سے متعلق خاص خاص پوائنٹس (نکتے) کاغذ کے پرزے پر لکھ کر لیتے ہیں۔ تاکہ اس یادداشت کی مدد سے وہ اپنے خیالات صحیح ترتیب کیساتھ پیش کرنے میں کوئی دشواری یا الجھاؤ محسوس نہ کریں۔

ارباب فن ہمیں کیا مشورہ دیتے ہیں

یہاں تک تو ہم دنیا کے بڑے بڑے فصیح البیان اور سحر اثر مقرروں اور خطیبوں کے طریقہ ہائے کار پر کافی نظر ڈال چکے۔ اگر خطابت و تقریر کے طالب علم ان طریقہ ہائے کار پر غور کریں تو وہ ان سے کافی اہم رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر اب ہم وہ مشورے نقل کرنے چاہتے ہیں۔ جو دنیا کے ارباب کمال نے مبتدیوں اور طالب علموں کے استفادہ کے لئے پیش کئے ہیں۔ وہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

لارڈ بردہم

نے کہا ہے کہ :-

"مجھے اس چیز کو ایک قاعدہ اور ضابطہ کی حیثیت سے پیش کرنا چاہیئے اور اسمیں کسی استثنا کی گنجائش بھی باقی نہیں رکھنی چاہیئے کہ جو شخص جس قدر زیادہ لکھ چکا ہے وہ اسی قدر زیادہ اچھی تقریر بھی کرے گا۔ اور ایسا شخص جو موقع ملنے پر اپنی تقریریں تیار کرنے کے سلسلے میں نہایت محنت کرتا رہا ہے۔ وہ پیشگی تیاری کا موقع نہ ملنے پر بھی عمدہ سے عمدہ برجستہ اور بے ساختہ تقریریں کر سکیگا"

لارڈ بردہم کی اس رائے کے معنے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ جو شخص موقع ملنے پر اپنی تقریروں کو محنت اور توجہ سے مرتب کرنے کا عادی رہا ہے اگر ایک دفعہ کو اُسے پیشگی تیاری کا موقع نہ بھی ملے اور اسے برجستہ تقریر کرنی پڑے تو وہ پیشگی تیاری کے بغیر (یعنی چند لمحات کے اندر صرف ذہنی طور پر اپنی تقریر مرتب

کرنے کے بعد) بہت عمدہ برجستہ تقریر کر سکے گا۔ اس لئے تقریروں کا پہلے سے بصورت تحریر مرتب کر لینا: صرف عمدہ تقریروں کی ایک پیشگی اور لازمی شرط ہے۔ بلکہ وہ ایک لحاظ سے برجستہ تقریروں کی استعداد حاصل کرنے کے ہم معنے ہے۔

لاطینی دنیا کا فصیح البیان مقرر کوئن ٹیلین

کہتا ہے کہ:-

"قلم فن تقریر کا بہترین معلم ہے"

کوئن ٹیلین کی یہ رائے کسی تشریح و تبصرہ کی محتاج نہیں ہے۔ تاہم اتنی بات ضرور کہدینی چاہیئے کہ کوئن ٹیلین کی اس رائے کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قلم کا استعمال ذہن کی عام تربیت کے لئے نہایت مفید اور موثر ہوتا ہے۔

بائین جیسے حساس زبان و قلم

نے کہا ہے کہ:-

تحریر گویا کہ سان کا پتھر ہے۔ یا یوں سمجھو کہ وہ ایک ایسی مشین ہے۔ جس کے دباؤ سے خیالات میں پھیلاؤ اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اگر تمہارے پاس تیاری کا وقت ہے تو اپنی تقریر میں جو کچھ کہنا چاہتے ہو اس کی ترتیب کا نقشہ پہلے سے کاغذ پر ضرور قائم کر لو۔ اس طرح تم اپنے موضوع پر زیادہ اچھی طرح قابو حاصل کر لوگے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ زیادہ جامعیت کے ساتھ تقریر کر سکوگے اور موضوع سے اِدھر اُدھر بھٹکنے کا خطرہ بہت کم ہو جائیگا۔

کیونکہ جب تم ایک خیال کو بصورت تحریر حفظ کرنے بیٹھو گے
اس وقت تم اس خیال کا تجزیہ بھی کرو گے اور بہت سی
چیزیں جو پہلے تمہارے پیش نظر نہ تھیں وہ بھی تحریر
کے وقت تمہارے سامنے آجائیں گی۔

ڈاکٹر بلیر

نے مشورہ دیا ہے کہ :-

پہلے اپنی تقریر کو لکھو۔ پھر اس پر نظر ثانی کرو اور اسے مختصر
کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد اس کو اتنی مرتبہ
پڑھو کہ خاص حصے اچھی طرح یاد ہو جائیں۔ اور کل تقریر
کے اہم نکتے اس طرح ذہن میں محفوظ ہو جائیں کہ حافظہ
سے ان کے محو ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے اس کے
بعد یا تو ایک خیالی مجمع کے سامنے وہ تقریر ادا کرو۔ اور
اگر کوئی صاحب نظر دوست یا کوئی صاحب فن تمہاری
اس تقریر کے سننے کے لئے موجود ہو تو اور بھی بہتر ہے۔

پروفیسر ہارٹلے

کا مشورہ یہ ہے کہ :-

اپنی ابتدائی تقریروں کے سلسلے میں تقریر کے طالبعلم
کو زیادہ سے زیادہ تیاری کرنی چاہیئے اور اپنے دلائل
کی ترتیب پہلے سے قائم کر لینی چاہیئے اور تقریر کے

خاص خاص حصے۔ خاص کر افتتاحی و اختتامی
حصے۔ لکھ لینے چاہئیں۔ یہ چیز نہایت ہی اہم ہے کہ تقریر
کی ابتدا عمدہ اور اس کا اختتام موثر ہو۔

اپنے آخری فقرے کی تشریح کرتے ہوئے پروفیسر ہارٹلے نے کہا ہے کہ اگر تقریر کا اختتام موثر نہ ہو تو اچھی سے اچھی تقریر اپنے اثر کے لحاظ سے اکثر ناکام رہتی ہے۔

تقریر کا خاکہ تیار کرنے کے اصول

ارباب فن کے مشوروں سے استفادہ کرنے کے بعد قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ جو یہ ہے کہ تقریر کو ضبط تحریر میں لانے یا اس کا خاکہ تیار کرنے کے کیا اصول ہیں۔ تو اس باب میں فن تقریر کے طالب علموں کو جہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتدا دلکش اور دلچسپ اور اختتام موثر ہو۔ وہاں یہ بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ ابتدا۔ (جس کو تمہید کہتے ہیں) اور اختتام (جس کو نتیجہ کہتے ہیں)۔

ان دونوں حصوں میں زیادہ وقت صرف نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ زیادہ وقت "دعوے" اور "دعوے" کی تشریح" اور دعوے کے "ثبوت" پر صرف ہونا چاہیئے۔ مثلاً ایک تقریر کرنی ہے۔ جو حسب ذیل اجزاء پر مشتمل ہوگی۔

تمہید۔ دعوے۔ دعوے کی تشریح۔ دعوے کے مطابق ثبوت۔
نتیجہ۔

پھر فرض کرو کہ اس تقریر کے لئے آدھ گھنٹہ ملے گا۔ تو ان تیس منٹوں کو عام طور پر اسطرح تقسیم کرنا مناسب ہوگا۔

تمہید	۷، ۸ منٹ
دعوے	
دعوے کی تشریح	۱۵ منٹ
دعوے کے متعلق ثبوت	
نتیجہ	۷، ۸ منٹ

تقریر کے ان اجزاء کی تشریح ان اجزاء کے عنوانات کے پیش نظر بے سود ہے۔ کیونکہ ان اجزاء کی حیثیت و نوعیت کے عنوانات سے ظاہر ہے۔ رہی مدت تقریر کی تقسیم سو وہ بھی واضح کر دی گئی۔ اور ہمارا خیال ہے کہ ان امور کے مطابق کسی تقریر کا خاکہ تیار کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

تقریریں کس قدر طویل یا مختصر ہونی چاہئیے؟

یہ بھی ایک اہم سوال یہ ہے کہ تقریریں کس قدر طویل یا مختصر ہونی چاہئیں۔ اس معاملہ میں فن تقریر کے طالب علموں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اول تو تقریر کی طوالت یا اختصار کا انحصار موضوع تقریر پر ہوتا ہے۔ دوسرے اس کا دار مدار فرصت پر ہوتا ہے۔ تیسرے اس کا تعلق سامعین کے ذوق و طبیعت سے ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ بعض موضوع ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ان پر مختصر تقریر ممکن ہی نہیں اور اگر مختصر تقریر کیجائے تو سامعین کوئی خاص اثر قبول نہ کر سکیں گے کیونکہ ان پر پوری بات ظاہر ہی نہ کی جا سکے گی۔ اور اس کے برعکس بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ چند جملوں میں سامعین کے دل گرما دئے جا سکتے ہیں اور اگر زیادہ طویل تقریر کی جائے گی۔ تو اس قدر اثر ان کے دلوں پر ہرگز نہ پڑے گا۔ جتنا کہ ایک مختصر تقریر پیدا کر سکے گی۔ پھر بعض موقعوں پر مدت تقریر کی حد مقرر ہوتی ہے جہاں

تقریر کی طوالت یا اختصار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی مقرر وقت مقررہ کی حد کے اندر تقریر ختم کردے لیکن یہ مناسب نہیں ہوتا کہ اپنی تقریر کیلئے زیادہ وقت مانگا جائے۔ اس کے علاوہ بعض موضوع ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر تقریر کرتے وقت آپ سامعین کو گھنٹوں متوجہ رکھ سکتے ہیں، مگر بعض موضوع ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر طویل تقریر سامعین کو اپنی طرف متوجہ نہیں رکھ سکتی۔

یہیں یہ بھی واضح رہنا چاہیئے کہ سامعین بھی مختلف طبقوں کے افراد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لہٰذا مقرر کا کام یہ ہے کہ وہ ان تمام شرائط اور قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے تقریر کرے۔ اور اس باب میں اس کو اپنی تقریر کا ذہنی یا کاغذی خاکہ مرتب کرتے وقت ان تمام امور کا خاص لحاظ رکھنا پڑے گا۔ ورنہ یا تو اس کی تقریر اثر کے لحاظ سے ناکام رہے گی یا اس کو شرمسار ہونا پڑے گا۔

تقریروں کے چند نمونے

اب ہم تقریروں کے چند نمونے درج ذیل کرتے ہیں۔ ان میں بعض تقریریں بہت مختصر۔ مگر بہت موثر ہیں۔ بعض اتنی مختصر نہیں۔ مگر اثر کے اعتبار سے پست نہیں۔ بعض بہت دلچسپ ہیں۔ بعض پر بصیرت ہونے کی بنا پر سامعین کو از اول تا آخر متوجہ رکھ سکتی ہیں۔ بعض اس لئے دلکش ثابت ہوں گی کہ ان میں ایسی پتے پتے کی باتیں کہی گئی ہیں کہ حالانکہ لوگ ان باتوں سے ہمیشہ دوچار رہتے ہیں مگر انکو قطعیت کے ساتھ نہیں جانتے۔ بعض ایسی ہیں کہ دلوں کو گرما دیتی ہیں۔ یقین ہے کہ ان کا مطالعہ فن تقریر و خطابت کے طالب علموں کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

حقیقی عزّت

ایسے دل بہت کم ہوں گے جو دنیا میں عزت و آبرو کے خواہاں نہ ہوں۔ اور ایسے دل بھی بہت کم ہوں گے کہ جب ان کو عزت و آبرو کا خیال آتا ہو۔ تو ان کا دل اس خیال کو اپنی ذات کی طرف نہ لے جاتا ہو۔ مگر جب اس نہایت مرغوب معاملہ پر غور کیا جائے تو شخصی عزت کی خواہش ایک بہت بڑی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب تک قومی عزت حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک شخصی عزت کا حاصل ہونا محالات سے ہے۔ اگر ایک کمینہ قوم کا شخص جس کی قوم کے تمام آدمی نہایت ذلت و خواری اور کمینہ پن سے اپنی اوقات بسر کرتے ہوں۔ جن سے اس کا ہمیشہ میل جول رہتا ہو اور جن کے ساتھ وہ رہتا بستا اور زندگی بسر کرتا ہو۔ کسی سبب سے کوئی درجہ عزت حاصل کرے تو بلاشبہہ اس کی بہت بڑی تعریف ہوگی۔ مگر دنیا کی آنکھ میں اس کو کچھ عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تمام دنیا اس کی قوم کو اس ذلت و خواری اور کمینہ پن کی حالت میں دیکھکر اس کو بھی اسی قوم کا فرد خیال کرتی ہے۔ پس شخصی عزت کا حاصل کرنا بھی درحقیقت قومی عزت پر موقوف ہے۔ اور جبتک قومی ہمدردی نہ ہو قومی عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس جو لوگ قومی ہمدردی اور قومی عزت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ حقیقت میں خود اپنی ہمدردی اور اپنی عزت کی ترقی کے لئے کرتے ہیں۔ اگر یہ میرا بیان درست ہو تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص اپنی عزت چاہتا ہے اور یقین ہے کہ ہر کوئی چاہتا ہے۔ اس پر فرض یہ ہے کہ قومی ہمدردی اور قومی عزت کی کوشش کرے +

(تقریر سر سید احمد خاں رح)

اے شہریو! آزادی سے ہم آغوش ہونے کی خاطر اہل فرانس کو بادشاہوں سے جنگ کرنی پڑی۔ پھر مبنی بر معقولیت دستور حاصل کرنے کی خاطر اہل فرانس کو اٹھارہ سو برس کے تعصبات پر غالب آنا تھا۔ چنانچہ تم ان رکاوٹوں کو پھاند کر آگے بڑھے۔ اب یاد رکھو کہ گذشتہ دو ہزار سال کے دوران میں مذہب اور جاگیرداری اور بادشاہی نے باری باری یورپ میں اپنا سکہ چلایا ہے۔ لیکن جو امن و صلح تم نے اپنی کوششوں سے قائم کی ہے۔ وہ یورپ میں نمایندہ حکومتوں کے قیام کی داغ بیل ہے۔ تمنے اس عظیم الشان قوم کو منظم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ جس کے وسیع علاقوں کی حدود صرف اس لئے قائم ہیں کہ خود قدرت نے ان کی حدود قائم کر رکھی ہیں۔ تمہارے کارنامے یہیں ختم نہیں ہو جاتے۔ بلکہ تمہارا ایک اور بڑا کارنامہ یہ ہے کہ یورپ کے دو نہایت حسین و جمیل علاقے۔ جو کسی زمانہ میں علوم و فنون کے لئے چار دانگ عالم میں مشہور تھے اور جنہوں نے کبھی بڑے بڑے انسان پیدا کئے تھے۔ وہ دونوں علاقے بلند ترین امیدوں کے ساتھ اس چیز کو دیکھ رہے ہیں کہ ان کے آبا و اجداد کی خاک سے آزادی کی رُوح پیدا ہو رہی ہے۔ یہ دونوں علاقے وہ ستون ہیں جن پر قدرت دو طاقتور قوتوں کو مستحکم کرے گی۔

اب میں اس صلح نامہ کے پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں جس پر کیمپو فورمیو میں دستخط ہوئے تھے اور جس پر شہنشاہ نے بھی دستخط توثیق ثبت کر دیئے ہیں۔ واضح رہے کہ امن و صلح ہماری جمہوریت کی آزادی اور خوش حالی اور عظمت کی ضمانت ہے۔ اور یہ بھی یاد رہنا چاہیئے کہ جب بہتر علمی قوانین کی بنا پر اہل فرانس کو زیادہ پائیدار مسرت و اطمینان حاصل ہوگا۔ اس وقت تمام یورپ آزاد ہو جائیگا

(جنرل بوناپارٹ)

(نوٹ:۔ اس تقریر کا اردو ترجمہ ہے جو نپولین بوناپارٹ نے ۱۰ دسمبر ۱۷۹۷ء کو

ڈائرکٹری کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام میں لگز مبرگ کی طویل و عریض کورٹ میں کی تھی۔

نپولین کی ایک چند لفظی تقریر

جولائی ۱۷۹۸ء۔ اہرام مصر کے سامنے نپولین کی فرانسیسی افواج اور اہل مصر کے درمیان جو تاریخی لڑائی ہوئی تھی۔ اس معرکہ آرا جنگ کے سلسلے میں اپنی افواج کو میدان کارزار میں بڑھاتے وقت نپولین نے جو تقریر کی تھی۔ وہ تاریخ میں یادگار ہے حالانکہ وہ گنتی کے چند الفاظ پر مشتمل تھی۔ اس تقریر کا ترجمہ یہ ہے :-

جوانو! ان اہرام کی چوٹی سے مصر کے چار
دور تمہیں دیکھ رہے ہیں۔

ترکی وزیر خارجہ کی تقریر

ہماری مملکت ایک ہم نسل قوم کی مملکت ہے۔ وہ سپاہیوں کی قوم ہے۔ ہم کسی کے علاقہ پر حریفانہ نظریں نہیں دوڑا رہے ہیں۔ بلکہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ پڑوسی جیسا سلوک کرنا چاہتے ہیں اور ہمسائیگی کے حقوق ادا کر رہے ہیں۔ گر ہم اپنی ایک انچ زمین کسی کے حوالہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اسی لئے اپنے ملک کی مدافعت کے لئے ہر طرح تیار ہیں۔ اور جبتک ترک قوم کا ایک بچہ باقی ہے ترکی

کی ایک انچ زمین پر کسی کا قبضہ نہ ہو سکے گا۔

(توفیق رشدی آراس)

(نوٹ) توفیق رشدی آراس ترکی کے وزیر خارجہ ہیں۔ پچھلے سال جنیوا سے ترکی کو واپس جاتے ہوئے انہوں نے بلغراد کے اسٹیشن پر اخبار نویسوں کے ایک مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے مملکت ترکیہ کی خارجی حکمت عملی کے متعلق ایک تقریر کی تھی جس کا یہ اردو ترجمہ تھا۔ جو درج کیا گیا۔

ایمان کی حقیقت اور اسکی شناخت

برادرانِ عزیز!

دنیا میں ہر بات کی کوئی نہ کوئی شناخت ہوتی ہے۔ تم نے کبھی غور کیا کہ ایمان کی شناخت کیا ہے۔ تم کہو گے بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ ہاں۔ پوچھنے کی بات تو نہ تھی۔ مگر بدقسمتی سے پوچھنے کی بات ہو گئی ہے۔

میں پوچھتا ہوں۔ تم نے کبھی غور کیا۔ ایمان کی سچی شناخت کیا ہے؟ نے اب میں نے "سچی" کا وصف بڑھا دیا تاکہ تم مطلب سے زیادہ قریب ہو جاؤ تم ایمان کی بہت سی شناختیں بنا رکھی ہیں۔ تم کبھی یہ سمجھتے ہو کہ یہ انسان کی وضع قطع کے اندر ہے۔ کبھی خیال کرتے ہو۔ تسبیح کے دانوں اور ہمیشہ متحرک رہنے والے لبوں میں ہے۔ تم نے بارہا اسے سجدوں کے گوشوں میں تلاش کیا۔ اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ مدرسوں اور خانقاہوں میں جستجو کے لئے نکلے ہو۔ تم میں بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے محض گڑھے ہوئے اختلافات پیدا کر لئے ہیں۔ اور یقین کرنے لگے ہیں۔ کہ انہیں میں ایمان کی شناخت بھی۔ پوشیدہ ہے۔ جس آدمی کا ان جزیات عقائد میں ایسا خیال ہو وہ مومن ہے۔ جس کا نہ ہو وہ مومن نہیں۔

تم نے ایک ہی اسلام کے بہت سے ٹکڑے کرے الگ الگ فرقے بھی بنائے ہیں اور اکثروں کے نزدیک ایمان کی شناخت انہیں ہیں۔ منحصر ہو گئی ہے جو اس اس طرح کی فرقہ بندی میں ہے۔ وہ مومن ہے۔ جو نہیں ہے مومن نہیں اور یہ آخری شناخت تمہارے مبلغ علم کی سب سے بڑی چھلانگ ہے۔ جو آدمی اتنا کود سکے وہ تمہارے نزدیک میدان علم و ذہن کا سب سے بڑا شہسوار ہے۔

لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ساری شناختیں تمہاری گڑھی ہوئی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی ٹھہرائی ہوئی نہیں۔ بتلاؤ کہ وہ ایک ہی شناخت کونسی ہے۔ جو خود اللہ نے بتلائی ہو۔ اس کے رسول نے اس کی توضیح کی ہو۔ اس کے سچے پیروؤں نے اپنے عمل میں اس کا نمونہ دکھلا دیا ہو؟ وہ ایک ہی کسوٹی کونسی ہے؟ جو اس چمکتی ہوئی چیز کے کسنے کے لئے بنا دی گئی تھی۔ کیونکہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہو سکتی اور جن پر صحابہ کرام اپنا اپنا ایمان کس کر دیکھ لیا کرتے تھے۔ یہ سونا کھرا ہے یا کھوٹا۔

حب ایمانی۔ یہ شناخت حب ایمانی کی شناخت تھی یعنی اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی، مومن کون ہے؟ وہ جو اپنے سارے دل اور ساری روح سے اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہو۔ اور دنیا کی کوئی محبت اس پر غالب نہ آسکتی ہو۔ غیر مومن کون ہے؟ وہ جو اس محبت سے محروم ہو (ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونہم کحب اللہ۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ) کتنے ہی آدمی ہیں جو خدا کے سوا دوسروں کو اس کا شریک اور ہمتا ٹھہرا لیتے ہیں۔ اور ان سے ایسی ایسی محبت کرنے لگتے ہیں۔ جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیئے۔ لیکن جو مومن ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہوتی ہے کہ وہ (اشد حبا للہ) ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ سے بہت ہی محبت کرنے والے۔ اس کی محبت میں بڑے سخت۔ بڑے پختہ۔ ہر طرح کی لچک اور نرمی و خامی سے مبرا۔ کوئی محبت ان کی محبت الٰہی سے ٹکرا نہیں سکتی ہے۔ کوئی رشتہ اس رشتۂ محبت پر غالب نہیں آسکتا۔ وہ سب کو چاہتے ہیں مگر اس کی چاہت سے زیادہ نہیں۔ وہ بہت سے علائق رکھتے ہیں۔ لیکن اس علاقے کے مقابلہ میں نہیں۔ غور کرو۔ اس آیت میں دونوں جگہ۔ ایمان کو محبت سے تعبیر کیا ہے۔ جو لوگ اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کو اس کا شریک بنا لیتے ہیں۔ ان کے لئے بھی کہا۔ یحبونہم کحب اللہ

ان ہستیوں کو محبوب رکھتے ہیں اور پھر مومنوں کی نسبت بھی یہی کہا۔ "اشد حبا للہ" وہ تو اللہ ہی کو سب سے زیادہ محبوب رکھنے والے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا معاملہ اصلاً محبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جو دوسروں کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ بھی ان سے محبت کرنیوالے ہیں۔ اور جو صرف اللہ کے پرستار ہیں وہ بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کی محبت میں سراپا غرق ہو جانے والے ہیں۔

اور یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ جب تم سورۃ توبہ کی مشہور آیت کی تلاوت کرو قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین ۵ تک یہ آیت جب ایمان کے باب میں قطعی ہے۔ اور پوری تفصیل کے ساتھ تبلا رہی ہے کہ ایمان کی شناخت بے ایمانی کے سوا اور کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ دنیا میں ایک انسانی زندگی کے لئے خواہ انفرادی ہو خواہ اجتماعی۔ چاہت اور الفت اور رشتۂ علائق کی جتنی باتیں ہو سکتی ہیں۔ وہ سب ان آٹھ قسموں میں آگئی ہیں جو یہاں بیان کر دی گئی ہیں۔ اور ترتیب سے بیان کی گئی ہیں۔ انسانی علائق کی وابستگیوں کی قدرتی ترتیب ہے۔

سب سے پہلے ماں باپ کی محبت کی زنجیر ڈھلتی ہے اور ہمارے پاؤں میں پڑتی ہے۔ پھر اولاد ہوتی ہے اور اولاد کی محبت ہی ایک بوجھل زنجیر ڈال دیتی ہے۔ پھر بھائیوں کی محبت ہے۔ بیوی کے لئے۔ شوہر کی۔ شوہر کے لئے بیوی کی محبت ہے۔ خاندان اور برادری کی رشتہ داریاں ہیں۔ مال و دولت کا عشق ہے کاروبار اور تجارت کی گہرائیاں ہیں۔ مکان اور جائداد کی دلفریبیاں ہیں۔

فرمایا ان محبتوں میں سے کوئی چیز بھی اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب

ہو جاتی ہے۔ اس طرح کہ دونوں محبتوں میں اگر مقابلہ ہو جائے تو قدم اللہ اور اسکے رسول کی طرف نہ بڑھیں۔ کسی اور دوسرے محبوب کی طرف بڑھیں تو ایمان ناقص ہو گیا۔ اس کی شناخت باقی نہ رہی۔ کسوٹی پر پورے نہ اترے۔ اور تم ان لوگوں کی طرح ہو گئے۔ جن کی شناخت یہ تبلائی گئی ہے۔ کہ یحبونہم کحب اللہ۔ ان میں نہ ہوئے جن کی یہ شناخت یہ تبلائی تھی کہ والذین آمنوا اشد حبًا للہ ط

اس بارے میں آیت و احادیث بے شمار ہیں۔ خطبہ کا وقت محدود بخاری و مسلم کی ایک مشہور حدیث کبھی نہ کبھی ضرور تمہارے کانوں میں پڑی ہو گی۔ لیکن تمہیں ان معاملات پر غور کرنے کی مہلت کب ملتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا۔

"لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٗ وولدہٗ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ایسا نہ ہو جائے کہ وہ اپنے دل کو ٹٹولے تو میری محبت تمام محبوب انسانوں سے زیادہ ہو جائے۔ اپنے باپ سے اپنی اولاد سے اور دین کے تمام انسانوں سے۔ اس حدیث میں ایمان کی صاف صاف نفی کر دی گئی ہے اور اگرچہ لوگوں نے اس نفی کو نفیٔ کمال پر محمول کیا ہے۔ لیکن بھولنا نہیں چاہیئے کہ صاف صاف نفی کر دی ہے۔ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جبتک اس کے دل و دماغ کی ایسی حالت نہ ہو جائے کہ دنیا میں انسانی محبت کے جتنے رشتے ہو سکتے ہیں ان سب سے زیادہ اللہ کے رسول کا رشتہ ہو جائے۔ سارے رشتے اس رشتہ کے سامنے ہیچ ہو جائیں۔ ساری محبتیں اس محبت کے سامنے سرد پڑ جائیں۔ ساری زنجیریں اس زنجیر عشق کی موجوگی میں بے اثر ہو جائیں۔

امام بخاری عبداللہ بن ہشام سے ایک اور روایت بھی لائے ہیں۔ وہ کہتے

ہیں۔ ہم ایک ان آنحضرت کی خدمت میں تھے آپ نے حضرت عمر کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لے رکھا تھا۔ حضرت عمر کہہ رہے تھے۔ یارسول اللہ لا انت احب من کل شئی الا نفسی التی بین جنبی یارسول اللہ یقیناً آپ کی ذاتِ اقدس مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیاری ہے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنی جان سے زیادہ کیونکہ اپنے نفس کی چاہت طبیعت انسانی کی جبلّت ہے۔ آپ نے فرمایا: "لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک"۔ تمہیں اتنا کافی نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ایمان کا معاملہ پورا ہونے والا نہیں جبتک کہ میں تجھے خود تیرے نفس سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

جب حضرت عمر نے یہ سنا۔ انشراح صدر ہو گیا۔ فوراً پکار اٹھے "الان، واللہ لانت احب الی من نفسی"۔ ہاں۔ ہاں۔ خدا کی قسم اب آپ مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہو گئے۔ تب آنحضرت نے فرمایا۔ الان یا عمر۔ اب اے عمر ایمان کا معاملہ پورا ہو گیا۔

ایک شناخت تھی جو اللہ اور اس کے رسول نے بتلائی تھی۔ اس کے سوا ایمان کی سچی شناخت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کرام میں سے ایک ایک فرد کی زندگی کا مطالعہ کرو۔ تم دیکھو گے کہ اس شناخت کے سوا اور کوئی شناخت وہ نہیں جانتے تھے۔ ان کی پوری عقائدِ نسفی اور فقہ اکبر اسی ایک کلمۂ عقیدت میں سمٹ کر آئی تھی۔ ان کا ایمان مجمل تھا۔ تو یہ تھا۔ ایمان مفصل تھا تو یہ تھا۔ ان کی اشعریت اور ماتریدیت اس کے سوا کچھ نہ تھی۔ کہ کس کی محبت میں ساری محبتیں محو کر دیجئے۔ اور کسی ایک کی راہ میں دنیا جہان کی ساری چیزیں قربان کر دیجئے۔ انہیں نہ تو تمہارے ان گڑھے ہوئے اخلاقی عقائد کی خبر تھی۔ نہ تمہاری بنائی ہوئی فرقہ بندیوں کی ان کا سارا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ اور اللہ

کے رسول کی راہ میں جان و مال قربان کرتا ہے۔ اور ان کا سارا مذہب۔ شرب طریقت اور فرقہ بندی اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ محبت کیجئے۔ اور اس میں سب کچھ بھول جائے

اصحاب اشارات کے اقوال اس مقام پر بے حد مؤثر واقع ہوئے ہیں۔

سید الطائفہ بغدادی سے کسی نے پوچھا۔ ایمان کی تعریف کیا ہے۔ فرمایا۔

انا عندکم فالاعتقاد باللہ ورسولہ وانا عندنا فالتفانی فی اللہ ورسولہ

تمہارے نزدیک تو تعریف یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول پر اعتقاد رکھا جائے اور ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں فنا ہو جائے۔

اب تم میں سے جب کسی کو ایمان کی فکر ہو یہ کسوٹی لیلے اور اس پر کس کر دیکھ لے واقعی سچا ایمان موجود ہے یا نہیں۔ میں تمہیں یہ بھی بتلا دوں کہ کس نے اور پرکھنے کا طریقہ کیا ہے۔ کیونکہ سونا پسند ہر آدمی کرتا ہے۔ لیکن کسنا اور پرکھنا صرف سنار ہی جانتا ہے۔ تم اپنے دل کو ٹٹولو اور ایک ایک بات سامنے لاکر دیکھو کیا جواب ملتا ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کی سچائی کی راہ میں تمہیں نفس کی خواہشیں روک رہی ہیں اور ان کی روک دل پر چل رہی ہے۔ تو یقین کرو کہ ایمان کا نشیمن ابھی تمہارے اندر نہیں بسا ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں تمہیں مال خرچ کرنا دوبھر ہو رہا ہے اور دل چاہتا ہے کسی طرح اس خرچ سے بچے رہیں۔ تو یقین کرلو کہ تمہارے اندر ایمان پرستی کی علامت تو پوری طرح پیدا ہو گئی ہے۔ لیکن اس بات کی علامت پیدا نہ ہو سکی۔ جس کا نام ایمان ہے۔ اگر اللہ کے رسول کا ایک صاف صاف فرمانا تمہارے سامنے آجاتا ہے اور تم اس پر عمل کرنے سے جھجکتے ہو۔ کہ کسی دوسرے انسان کی خواہ وہ کتنا ہی بڑا

اور کتنا ہی مقدس ہو رائے اس کے خلاف ہے۔ تو گو تم محسوس نہ کرو۔ لیکن تمہیں اللہ کا رسول احب نہیں ہوا۔ وہ انسان ہو گیا۔ جس کی رائے کے خاطر صاحب وحی اور عصمت فرمان پیچھے ڈال رہے ہو۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا ایک حکم سنتے ہو۔ لیکن وہ تمہارے دل کو نہیں پکڑتا۔ اس لئے کہ مدتوں کی کوئی عادت کوئی رسم۔ کوئی ریت کوئی سنی سنائی ہوئی بات تم پر چھائی ہے۔ اور اسے چھوڑ دینا شاق گزر رہا ہے۔ تو سمجھ لو کہ کسوٹی کا فیصلہ تمہارے خلاف گیا۔ تمہارے پاس ایمان نہیں ہے۔ ایمان صرف اس دل میں ہے کہ کوئی معاملہ ہو کوئی موقع ہو۔ کوئی راہ ہو۔ لیکن جب ٹٹول کر دیکھا جائے کہ احب کس کی ذات ہے اور کس کا حکم ہے۔ تو بغیر ایک لمحہ کے تامل کے جواب ملے اللہ اور اس کے رسول کی ذات۔ اللہ اور اس کے رسول کا حکم۔ اللہ اور اس کا رسول اور صرف اللہ اور اس کا رسول۔

(مولانا ابوالکلام آزاد)

ہماری عورتیں

برادرانِ ملت!

ہندوستان اور خاصکر ہندوستان کے مسلمانوں کی عورتیں دو طرح کی ہیں۔ ایک تو وہ ہیں۔ جن کے ذہنوں میں خانگی زندگی کا از حد غلط اور مضر نقشہ کھنچا ہوا ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ ہر عورت اپنے گھر کی ملکہ ہے۔ اور اس کو اسی حیثیت سے اپنے شوہر اور اپنے اور اس کے مشترک گھر پر حکومت کرنی چاہیئے اس قسم کی عورتیں شادی کے بعد جس گھر میں پہنچتی ہیں۔ اس کو ان اصولوں پر منظم کرنا چاہتی ہیں۔ جن کے متعلق ان کا گمان ہوتا ہے کہ یہی گھر کی تنظیم کے صحیح اصول ہیں۔ اور اس لئے انہیں اصولوں پر میرا گھر منظم ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ہر معاملہ میں ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہمارے خیالات اور نظریات کے عمل و نفاذ میں جو کوئی روڑے اٹکاتا ہے۔ وہ یا تو پرلے درجے کا احمق ہے یا اسکو اپنے گھر کا درد نہیں ہے اور وہ اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا۔

اگر اس قسم کی عورتوں کی تعداد قلیل ہوتی تو ہم صبر کر سکتے تھے اور دل کو سمجھا سکتے تھے۔ کہ ایسی اقلیتوں سے وہ ممالک اور قومیں خالی نہیں ہیں جو مہذب اور شائستہ کہلاتی ہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ جہاں تک مسلمانانِ ہند کی ایسی عورتوں کا تعلق ہے۔ ان کی ایک ہزار عورتوں میں (۹۹۹) اسی قسم کی عورتیں ہیں۔

یہ عورتیں اپنے شوہر کے گھر پہنچکر یہ کوشش شروع کر دیتی ہیں کہ ہمارے ارادے ہماری خواہشیں۔ ہمارے منصوبے پورے ہونے چاہئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ وہ گھر بہت جلد میاں بیوی کی کشمکش کا اکھاڑا اور خانگی زندگی کی جہنم بن جاتا ہے اس باب میں بہت سے مرد بھی خام خیالیوں کی بنا پر مرد کو بُرا، مگر عورت کو معصوم سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہوتی ہے۔

عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کے ساتھ اس ناانصافی کی صحیح وجہ یہ تھی کہ ہزار میں ۹۹۹ عورتیں اور ان کے ہمدرد ذیل چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ایک تو اس واقعہ کو پوری اہمیت نہیں دیتے کہ مرد کسی نہ کسی وجہ سے حکومت اور اقتدار پسند بھی ہوتا ہے۔ اور طبیعت کا ذرا سخت بھی ہوتا ہے۔ اس کی ایک وجہ اس کی قدرتی تربیت ہوتی ہے۔ یعنی جب وہ گھر سے باہر نکلتا ہے تو اسے اعلےٰ اونے اور برابر والوں سے سب سے ملنا جلنا اور حسب مراتب ان کے ساتھ کمتری یا برتری یا مساوات کا طرز عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں اسے زیادہ تر ان لوگوں سے نمٹنا پڑتا ہے جو اس سے کمتر ہوتے ہیں یا جن کو وہ اپنی حکومت پسندی کی وجہ سے کمتر سمجھتا ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو اغلب یہ ہے کہ وہ ساری زندگی غلامی و ابتذال میں بسر کرے اور اپنی زندگی کسی طرح کامیاب نہ بنا سکے۔

بہرحال کہنا یہ ہے کہ مرد اپنی تربیت اور ضروریات و مقتضیات زندگی کے لحاظ سے حکومت و اقتدار پسند ہوتا ہے۔ اور اسے ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے۔ اس لئے جب اس کی شادی ہوتی ہے اور بیوی گھر میں آتی ہے اور بیوی کی طرف سے گویا کہ ڈکٹیٹری کے رویہ کا اظہار ہوتا ہے تو وہ گویا کہ میاں بیوی کے اختلافات و نفاق کا نقطۂ اول ہوتا ہے۔ اور وہ منظر دکھائی دیتا ہے جو گویا کہ دو تلواروں کو ایک نیام میں سمانے کی کوشش کے وقت نظر آتا ہے۔ اور اس صورت حال کا جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اس کی طرف ہم آگے چل کر اشارہ کریں گے۔

اب ہم دوسری قسم کی عورتوں کے حالات پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہزار

عورتوں میں صرف ایک کی اقلیست میں ہیں۔ یہ وہ عورتیں ہیں۔ جن کے گھر جنت کے نمونے اور جن کی زندگی کامیابیوں کے سدا بہار گلزار ہوتے ہیں۔ یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ان کے دل و دماغ میں کوئی حوصلہ اور ولولہ اور حکومت کی کوئی خواہش موجود نہیں ہوتی ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ لیکن وہ اپنے حوصلوں اور ولولوں اور خواہشوں کو ایک خاص وقت تک کے لئے دبائے رہتی ہیں۔ اور اپنے شوہروں کے گھروں کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتیں۔ جیسا کہ درحقیقت ان کا دل چاہتا ہے کہ ان کا گھر فلاں قسم کے سانچے میں ڈھلے۔ اس کے برعکس وہ اپنے تئیں ان سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش شروع کر دیتی ہیں۔ جو ان کے شوہروں کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو فلاں سانچے میں ڈھلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ایسی بیویوں کی کی کامیابی کی تمہید ہوتی ہے۔ کیونکہ مرد بہرحال انسان ہوتا ہے۔ وہ لوہے یا پتھر کا مجسمہ نہیں ہوتا۔ وہ دل رکھتا ہے۔ دماغ رکھتا ہے۔ اس لئے جب وہ دیکھتا ہے کہ گھر والی ہر طرح مطیع اور فرماں بردار ہے۔ تو قدرتی طور پر وہ بھی اس کی دلجوئی کرتا اور اس کی خواہشات کا احترام کرتا ہے۔ اور اگر اس مرحلے پر بیوی ذرا اپنے دل کو قابو میں رکھے اور شوہر کو نرم پاکر آپے سے باہر نہ ہو جائے تو بہت جلد وہ منزل آجاتی ہے۔ جہاں شوہر گھر کا کل نظام بیوی کے سپرد کر دیتا ہے اور بیوی کو سوراج حاصل ہو جاتا ہے اور وہ صحیح معنے میں گھر کی ملکہ بن جاتی ہے۔

اب ذرا ان نادان عورتوں کے انجام کا تماشہ بھی دیکھ لیجئے۔ جن کی خام خیالیوں اور کم فہمیوں کی روئداد ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض کے دلہناپے کی مدت بھی ختم نہیں ہوتی کہ زن و شوہر میں کشیدگی شروع ہو جاتی ہے۔ اور جوں جوں دن گزرتے ہیں۔ آپس میں مفاہمت کی جگہ مخالفت بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ یا تو دونوں ایک دوسرے سے جدائی اور علیحدگی اختیار کرنے

پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یا جگ ہنسائی کے خوف سے یا دیگر اسباب کی بنا پر جدائی اور علیحدگی تو اختیار نہیں کرتے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ گھر میاں اور بیوی دونوں کے لئے جہنم بن جاتا ہے۔

اس لئے اگر مرد یہ چاہتے ہیں کہ ان کے گھر اطمینان و سکون کے گہوارے اور آرام و راحت کی جنتیں بنیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور بہنوں کو اس قسم کی عورتیں بنانے کی فکر کریں۔ جن کی تعداد میرے نزدیک ایک ہزار میں ایک سے زیادہ نہیں۔

اب میں اپنا بیان ختم کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اپنی مجلس میں مجھے تقریر کرنے کی دعوت دی اور ایسے اہم موضوع پر میرے خیالات سننے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ مجھے چاہیئے تھا کہ اس باب میں آپ کا شکریہ اس سے قبل ادا کر دیتا لیکن اب میں دعوت تقریر کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس بات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے کمال توجہ کے ساتھ میرے خیالات سنے اور ان کو اس قابل سمجھا کہ انہیں کمال توجہ کے ساتھ سنا جائے۔ یہ حقیقت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ از حد مہمان نواز ہیں۔ (مؤلف)

اسی طرح نمونہ کی اور تقریریں درج کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ان سے کتاب کا بوجھ بڑھانا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ قارئین کتاب کو یہ مشورہ دینا کافی ہے کہ اخبارات میں جو ممتاز مقرروں کی تقریریں آتی رہتی ہیں۔ وہ ان سے استفادہ کریں +

ختم شد

عورت کی فطرت

باتصویر

یوں تو آپ کے ملاحظہ سے بہت سی تصانیف گذری ہونگی لیکن اگر آپ واقعی قدردان ہیں تو اس گنجینہ جوہر کو کوڑیوں کے مول خرید کر ملاحظہ فرمائیے یہ کتاب ابوالبیان آزاد مدیر رسالہ تیغ دہلی کی وہ نایاب تصنیف ہے جس کا معاوضہ درحقیقت میں کتاب کو سونے سے تول کر دیا ہے اسمیں دو بیش بہا معلومات کو کوٹ کر بھر دی ہے جس سے بڑے بڑے تجربہ کار سینے آجتک خالی ہیں عورت کی فطرت و خصلت کے متعلق اس قدر جامع اور پر از معلومات کتاب کوئی نہیں ہے۔ اس کتاب میں خلیفہ ہارون الرشید اور وزیر اعظم یحییٰ برمکی کا ایک مسافر عابد بن زبیر کو عورت کے عیار بتانے کے الزام میں گرفتار کرنیکے حالات اور اس کی وہ زبردست تقریر درج ہے کہ جو عابد بن زبیر نے بر سر دربار عورت کی عیاری اور فطرت و خصلت پر نہایت دلچسپ اور موثر پیرایہ میں کی تھی اس کے علاوہ حیرت انگیز داستان بھی درج ہے جو کہ عابد بن زبیر نے قتل کے حکم کے بعد جیلخانہ میں ایک معزز سردار کے روبرو کی۔ اس حیرت انگیز داستان میں عابد بن زبیر نے ایک سچے اور تاریخی واقعہ سے عورت کی وہ عیاریاں بیان کی ہیں جنکو پڑھکر انسان کی عقل کے طوطے اڑ جاتے ہیں اس قصہ کو خلیفہ خود قید خانہ میں پوشیدہ طور پر سن رہے تھے۔ اسکے بعد عابد بن زبیر کی رہائی اور وزیر اعظم یحییٰ برمکی کی شکست کے دلچسپ حالات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ہاف ٹون بلاک کی سہ رنگی تصویر کے لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی۔ کاغذ چکنا اور نفیس۔ اس پر خوبی یہ کہ ہے کہ قیمت صرف (۸ر)

خلیفہ ہارون الرشید کی سیر و تفریح۔
غیبی صدا۔
آنیوالی آواز کی تلاش اور کامیابی۔
مسافر سے سوالات و جوابات
خلیفہ ہارون الرشید کے دربار کا منظر
عابد بن زبیر کی باریابی۔
تجربات سے لبریز تقریر
عورت مرد کے ساتھ کیا طریقہ اختیار کرتی ہے
عورت کی نکی فطرت
عورت میں بناوٹ اور ضد کا مادہ
عورت حسد کا مجسمہ ہے
عورت کنجوس ہوتی ہے۔
عورت بیوفا اور بدعہد ہوتی ہے۔
عورت کو رازدار نہ بناؤ۔
عورت کو بے پردہ نہ کرو۔
عورت اپنا راز کیونکر ظاہر کر سکتی ہے
عورتوں کا ایک بدترین طبقہ
عورت کو مطیع کرنیکا طریقہ۔
عورت کیونکر دھوکہ کھا سکتی ہے
عورت مرد پر کب فریفتہ ہوتی ہے
عورت کے جذبۂ انتقام کی حالت

عورت عیارہ و مکارہ ہے۔
عابد بن زبیر اور ایک معزز سردار کی گرفتاری
عابد بن زبیر سے عربی سردار کی گفتگو۔
قید خانہ کا منظر ٭ ہارون الرشید کا خواب
قید خانہ کو رونگی ٭ حالات و واقعات کی مخبری ٭ عابد بن زبیر اور قصہ گوئی کا آغاز
مطربہ کی غزل خوانی ٭ باغ میں نوجوان کی حراست ٭ ماں کی مطربہ پر خفگی۔
زینب کی ایک نئی عیاری ٭ نوجوان کی تلاشی میں عیاری ٭ باغ میں زینب کی نغمہ سرائی ٭ شیر شاہ ڈاکو کی آمد۔
زینب اور ڈاکو کی روانگی۔
زینب ڈاکوؤں کی گھاٹی میں ٭ پراسرار حادثہ کا انکشاف ٭ خونریز جنگ
ڈاکوؤں کا اچانک حملہ ٭ خلوت کدہ میں شیر شاہ کی ناکام کوشش ٭ قید خانہ میں زینب کا دام فریب ٭ غزل خوانی میں عیاری ٭ لباس بدل کر فراری۔
پارسائی اور عیاری کا مقابلہ
عیاری کے ذریعہ موذن کی مرمت۔
مرمت کے بعد عزت۔

زینب کی دوبارہ گرفتاری پر جھگڑا
فیصلہ میں عیاری ٭ انتخاب میں جعلسازی
زینب کی تسلی کن تقریر ٭ انعام و اکرام میں پوشیدہ راز ٭ تخیہ میں تدابیر نجات ٭ کھانے میں زہر ملانیکی تدبیر۔
دعوت طعام یا موت کی گھنٹی۔
حیرت انگیز دھوکہ ٭ مصیبت کا نیا چال
عیاری کے بعد فراری ٭ ریگستان میں ایک دردناک آواز۔
طالب و مطلوب کی ملاقات۔
عاشق محبوب کے قدموں پر۔
تلاش یار میں سرگرمی۔
مفارقت کے بعد وصال۔
شب وصل اور انداز گفتگو۔
شرعی حیلہ۔
عیاری پر ہوشیاری۔
پھر وہی بے چینی۔
عورت بیوقوف ہوتی ہے۔
عورت جفاکش اور محنتی ہے
دربار میں دوبارہ حاضری۔
رہائی

مینجر شاندار بکڈپو جامع مسجد دہلی

تاج العروس (باتصویر)

جس میں حضرت علامہ ابوالبیان آزاد ایڈیٹر رسالہ تیغ دہلی نے بڑی بڑی نامور اور تجربہ کار ہستیوں کے آزمودہ واقعات ۔ رموز مواصلت کی بیش قیمت معلومات کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے یہ حضرت علامہ کی وہ زبردست اور اعلیٰ ترین تصنیف ہے جو محنت شاقہ اور صدہا قیمتی کتابوں کے مطالعہ کے بعد لکھی گئی ہے اس میں صنف نازک کے ہر پہلو اور خانہ داری کے باریک نکات کو نہایت دلچسپ پیرایہ اور بہت سلیس اردو میں لکھا گیا ہے پڑھنے والے کو اس کے مطالعہ کے بعد دوسری کتابیں پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ درحقیقت یہ کتاب صدہا عربی ۔فارسی اور ہندی معلومات کا بہترین نچوڑ ہے ۔ اس کے علاوہ صوری اوصاف میں کاغذ نہایت اعلیٰ درجہ کا لکھائی بہت خوشنما اور دیدہ زیب ہے نیز ایک قیمتی سہ رنگی تصویر آرٹ پیپر پر بھی طبع کرائی گئی ہے ۔ قیمت صرف بارہ آنے (۱۲) علاوہ محصول ڈاک ہے ۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے مختصر فہرست عنوانات مضامین درج ذیل کی جاتی ہے ۔

فہرست عنوانات مضامین

باب ۱

احساس شباب
عہد شباب کی دلفریب رنگینیاں
قصر شباب میں داخلہ
شبستان عیش کی نورانی شمع
روئے زیبا پر برقی تجلیاں
عارض گلفام کی رنگینی
کاکل سیاہ فام
پیکر حسن کی مخمور نگاہیں
مست ناز کی شرم آلود نگاہیں
آسمان حسن پر ستارہ دنبالہ دار

باب ۲

مئی مالیدہ لب یار کی ضیاء پاشی
دُر دندان کی گوہر باری
پیکر ناز کی صراحی دار گردن
انار شیریں کی قسمیں
لذت وصال کا جذبۂ شوق
دست نازک کی بلورس کلائیاں
کف حنائی پر حزنی جھلک
گل ناشگفتہ کی کمر حسن لمحہ
ماہیں اور ساق سیمیں کی رعنائیاں
پائے نگارین کی خوشنمائی

باب ۳

حریم حسن فانوس حجاب سے باہر
ایوان عصمت کے دو حصے
گلشن جمال کا بیرونی منظر
دوشیزگی کا ثبوت
ناز برداران حسن کو ہدایت

باب ۴

درعصمت کی حفاظت
حلوائے ادرک برائے مقوی باہ
حلوائے قوت برق انگیز
حلوائے عشرت انگیز
رہ نوردان شباب کی عام لغزش
خرمن زندگی پر برق ندامت
مجرب نسخہ طلا، برائے قوت باہ
دیگر مجرب نسخہ طلا، برائے قوت باہ
تربیت اولاد اور غفلت کا پردہ

باب ۵

اوقات تشنہ بخئی وصال
جرعہ کشی وصال کے ممنوعہ اوقات
پرستار حسن اور ساغر رنگین
عروس بہار کو مست کرنیکا طریقہ
شاہد حسن کے ماتھے پر حجاب کا جھومر
حسن عریاں کی پہلی انگڑائی
خمخانہ عیش کے دو جام رنگین
شمع حسن پر پروانہ ہائے عشق کی جانثاری
سجدۂ صد رنگ
اثمار شباب یا لذتوں کا پوشیدہ گنجینہ
انار شیریں کا تعلق ایوان عصمت سے
نقشہ تاریخ ہائے مساس
خوشہ چینی کا آسان طریقہ
بوسے کے مخصوص مقامات
مساس کے موزوں مقامات
مقام ارتعاش اور قمری تاریخیں
مرد کی بے اتفاقی پر اشک حسرت

باب ۶

پیکر نسواں کی اقسام
پدمنی کی تعریف
چترنی کی تعریف
شنکھنی کی تعریف
مستنی کی تعریف
عورت کی تین قسمیں

پیکر نسواں کا قدرتی آئینہ

باب ۷

پری جمال سے مواصلت کا طریقہ
مسئلہ مواصلت پر ہماری رائے
مواصلت کا قدرتی اصول
مواصلت کا مقصد اصلی
محبت کی چٹان پر قصر انسانی کی تعمیر
جسم نسوانی کی جاذبیت
جسمانی اختلاف اور محبت کی برقی لہر
پیکر جمال کا حسن جاذب نظر
حسن و محبت کا رنگین فلسفہ
کیفیت حسن پر ایک نظر
حسن اور رنگ کا مقابلہ
چہرہ بے مثل کی تعریف

باب ۸

ساس اور بہو کی لڑائی کا اصل راز
اولاد کی پرورش محبت کی گود میں
محبوبہ کی تمناؤں کا جگمگاتا تاج
آفتاب حسن کی محبت آمیز کرنیں
محبت سے محبت کا تصادم
عشق و محبت میں مقناطیسی کشش
باہمی اختلافات کے تلخ تجربات
تعلقات زن و شوہر اور نوشاہ کے فرائض
حسرت و یاس کی تاریکی میں امید کی کرن

باب ۹

زن و شوہر کی تباہی کا دوسرا پہلو
شادی صغیر سنی کے خطرناک نتائج
ایوان حسن کی صفائی
ایوان عصمت کی فراخی
حریم حسن کو تنگ کرنے کے مجرب نسخے
پرستار حسن کی مدہوشانہ لغزش
حلوائے بادام کا شاہی نسخہ
رسوم بد اور صرف بیجا
شادی صغیر سنی کے نتائج کا دوسرا پہلو
ایک افسوسناک داستان کا آغاز
شان امارت کا ایک منظر

باب ۱۰

(سلسلۂ داستان)

(سلسلۂ داستان)

〃

باب ۱۱

شباب کی مرجھائی ہوئی کلیاں
خرمن شباب پر برق ظلم کی تڑپ
والدین کی آتش محبت کا غلط استعمال
نوشاہ کی شادی کے اوقات
دانشمند والدین کا صحیح راہ عمل
گلستان حسن کی کچی کلیاں
معصوم حسینہ پر دردناک مظالم
انتخاب نوشاہ اور شادی کے نتائج
نوشاہ کی عمر کا لحاظ
ذات یا خاندان کا امتیاز
زن و شوہر کی تعلیم و تربیت اور تہذیب و اخلاق
طرز معاش کا لحاظ
سرمایہ داری کا ناجائز استعمال
ہندوستانی مراسم کا بدترین نمونہ
شرائط نکاح کے تاریک پہلو

باب ۱۲

عروس نو اور شب وصل
عروس و نوشاہ بستر عیش پر
گنجینہ دل میں محبت کے جواہر ریزے
حسن و محبت اور آنسوؤں کی لڑیاں
بارگاہ حسن پر محبت کا سجدۂ نیاز
ابتدائے محبت اور حالت انسانی
محبت حقیقی اور سطحی میں فرق
عشق و فراق کے اوقات
عشق مجازی اور حقیقی
محبت نامہ
مذہب عشق کا نیا باب
زن و شوہر کے تعلقات پر اجمالی نظر

باب ۱۳

عشق و محبت کے باب میں
حجلۂ عیش پر عروس بہار کے جذبات
باغ تمنا اور خوشہ چینی کی ضرورت
انار شیریں سے مستانہ چھیڑ چھاڑ
ملکہ حسن پر مستی کی علامت
(نیم برہنہ تصویر)
دوستی اور محبت
پیکر نسواں اور تمغہ دوستی
پیکر جمال کی ذہانت کا اعتراف
ایک عبرت ناک واقعہ
〃
〃
〃
〃
〃
دامن عفت پر ذہانت کے موتی
پیکر نسائیت اور جذبات محبت
۸ کارٹون

باب ۱۴

انسوانی زندگی
گلچین جمال اور مے نوشی
صنف نازک کی عصمت کا آئینہ
کثرت جماع کے خطرناک نتائج
محبوبہ سے لطف اندوزی کا وقت
قوت باہ کیلئے مجرب آزمودہ نسخے
جوانی کی بہار
حیرت انگیز ارتعاش
آلۂ عیش کی تعجب خیز درازی
طلاء کیف افزا
طلاء نشاط افزا
تحفۂ شباب
حب ممسک مشکی
شربت گذر
شربت پیاز
حلوا بیضۂ مرغ
خضاب وسمہ
چہرہ کی پاکیزگی
رخساروں کی خوشنمائی کیلئے
خضاب جسم ۔ استقرار حمل
طلاء برائے مجلوق سفوف جریان معجون

ملنے کا پتہ: منیجر شاندار بکڈپو ۔ جامع مسجد دہلی